وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

TAMEER-E-HAYAT ISSN 2582-4619 - VOL 59 - ISSUE 23 - 10 OCTOBER 2022

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

سارے عالم کے لیے ایک مستقل درس

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ بنا کر نہیں بھیجے گئے، کسی دوسرے عالم کی مخلوق کی حیثیت سے نہیں اتارے گئے، حوائج بشری سے بے نیاز ہو کر نہیں مبعوث ہوئے، انسان بنا کر، بشریت کے تمام اوصاف ولوازم، تمام احتیاجوں اور ضرورتوں کے پابند بنا کر اس ظلمت کدۂ گیتی کو مطلع انوار کرنے کے لیے بھیجے گئے، شادیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیں، ایک نہیں، کئی کئی، اولادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ہوئیں، بعض زندہ رہیں اور بعض نے حضورؐ کے سامنے وفات پائیں، دوست بھی حضورؐ کے بہت سے تھے اور دشمن بھی تھے، مخلصین کا بھی ایک گروہ تھا اور منافقین کا بھی، عسرت کا بھی زمانہ گزرا اور خوش حالی کا بھی، لڑائیاں بھی بہت سی ہوئیں اور امن کا زمانہ بھی گزرا، محاربات میں کبھی فتح بھی ہوئیں اور کبھی اس کے برعکس، خلقت کے ردوانکار کا بھی تجربہ فرمایا اور مقبولیت ومرجعیت کا بھی، غرض انسانی زندگی میں گرم و سرد، نشیب وفراز کے جتنے مواقع پیش آسکتے ہیں، سب سے ہو کر وہ پاک وطاہر زندگی گذری اور اس طرح بے داغ گذری کہ آج محض اس کا مطالعہ سارے عالم کے لیے ایک مستقل درس بن سکتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

سالانہ زرتعاون ₹400 | ۱۰ راکتوبر ۲۰۲۲ء | فی شمارہ ₹20

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ

ISSN 2582-4619

جلد نمبر ۵۹ | ۱۰/اکتوبر ۲۰۲۲ء مطابق ۱۳/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ | شمارہ نمبر ۲۳

اس شمارے میں

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
شعروادب	کافی ہے انھیں نسبتِ سرکارِ مدینہ	سید شاہ نفیس الحسینی مرحوم	۴
اداریہ	انصاف۔نہر کے پُل پر یا پُل صراط پر	شمس الحق ندوی	۵
نورِ بصیرت	مدارس ومکاتب سائنس کا حکم......	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۷
اتباعِ کامل	ماہِ ربیع الاول کا پیغام	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
مقامِ محمود	عظمتِ رسالت اور عالمِ انسانیت	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی	۱۴
اصلاح حال	سیرت النبیؐ اور ہماری زندگی	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۱۶
حبّ نبوی	سیرت نبویؐ کو اپنی زندگی کا مشن......	مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی	۲۱
راہِ عمل	مدارس اسلامیہ کی اہمیت وضرورت	مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی	۲۲
محاسنِ اسلام	برادرانِ وطن کو بہار آشنا بنانے کی......	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۲۳
صحبتے با اہل دل	تعلیم قوموں کے عروج کی ضامن	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۲۵
تذکیروارشاد	مقصد کا تعین، اجتماعیت اور......	ڈاکٹر سراج الدین ندوی	۲۷
تحریکِ ندوہ	ابتدائی درس گاہ 'خاتون منزل'	نعیم الرحمن صدیقی ندوی	۲۹
رسید کتب	تعارف وتبصرہ	محمد اصطفاء الحسن ندوی	۳۲
فقہ وفتاویٰ	سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۳۳

سرپرست

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

معاون مدیر

محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی ❀ محمد جاوید اختر ندوی

مجلس مشاورت

مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی ❀ مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی

قارئین محترم! تعمیرِ حیات کا سالانہ زرتعاون ذیل میں دیے گئے اکاؤنٹ میں جمع کرائیں!

TAMEER E HAYAT
A/c. No. 10863759868 (Current A/c.)
IFSC Code : SBIN0000125 -- Swift Code : SBINNB157
State Bank of India, Main Branch, Lucknow

براہ کرم رقم جمع ہوجانے کے بعد دفتر کے فون نمبر یا ای میل پر خریداری نمبر کے ساتھ اطلاع ضرور دیدیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow - 226007, Ph.:0522-2740406
website : http://tameerehayat.com - email : tameer1963@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

سالانہ زرتعاون -/400	فی شمارہ -/20	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے۔ 75$

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر =/30₹ جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کی خریداری نمبر کے نیچے اگر سرخ لکیر ہے تو سمجھیں کہ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے، لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں۔ اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعر وادب

کافی ہے انھیں نسبتِ سرکارِ مدینہ

سید شاہ نفیس الحسینی مرحوم

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

روشن رہیں دائم دَر و دیوارِ مدینہ
تا حشر رہے گرمیٔ بازارِ مدینہ

ہے شہرِ نبیؐ آج بھی فردوس بداماں
جاری ہے وہی موسمِ گلبارِ مدینہ

پھرتے ہیں تصور میں وہ پُر کیف مناظر
تاحدِّ نظر ہیں گل و گلزارِ مدینہ

جس قلب میں یارانِ نبیؐ کی ہو عقیدت
کھلتے ہیں اسی قلب پہ اسرارِ مدینہ

معمور صحابہؓ کی محبت سے رہے گا
وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ

وہ آلِ محمدؐ ہوں کہ اصحابِ محمدؐ
ہیں زینتِ دربارِ دُرَربارِ مدینہ

نسبت نہیں شاہوں سے نفیسؔ اہلِ نظر کو
کافی ہے انھیں نسبتِ سرکارِ مدینہ

☆☆☆☆☆

اداریہ

انصاف - نہر کے پُل پر یا پُل صراط پر

شمس الحق ندوی

اسلام مخالف لوگ تاریخِ اسلام کے کچھ ایسے واقعات کو نمایاں کر کے دینِ اسلام پر داغ دھبہ تو لگاتے ہیں لیکن ایسے بے شمار واقعات، جن سے تاریخِ اسلام کے اوراق درخشاں ہیں، ان کا ذکر قطعاً نہیں کرتے، ہم اس وقت مثال کے طور پر تاریخِ اسلام کے ایک دو واقعات پیش کرتے ہیں، جن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے:

سلجوقی سلطنت کا ایک بادشاہ سلطان ملک شاہ نامی ہوا ہے، ایک دن اصفہان کے جنگل میں شکار کو نکلا، ایک گاؤں کے پاس سے گذر رہا تھا کہ شاہی آدمیوں کو بھوک لگی، ایک غریب بڑھیا کی گائے بندھی ہوئی تھی، جس کے دودھ سے بڑھیا کے تین بچے پرورش پاتے تھے، انھوں نے اس کو ذبح کیا اور کھا گئے، بڑھیا روئی پیٹی چلائی مگر کسی نے پرواہ نہ کی، دل میں کہنے لگی: بادشاہ سے کیوں نہ فریاد کی جائے، ایک روز خبر ملی کہ بادشاہ نہر کے پُل سے گذرے گا، وہ وہاں جا کر کھڑی ہوگئی، بادشاہ کی سواری وہاں پہونچی تو اس نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام تھام لی، اور کہنے لگی: بادشاہ سلامت! میرا انصاف نہر کے پل پر کیجیے گا یا پُل صراط پر؟ بادشاہ کے ہمراہی بڑھیا کی جرأت دیکھ کر حیران ہوگئے، اور اس کو وہاں سے ہٹانا چاہا؛ لیکن بادشاہ گھوڑے پر سے کہنے لگا: پل صراط کی طاقت نہیں، یہیں انصاف کروں گا، بڑھیا نے سارا ماجرا کہہ سنایا، بادشاہ کو بہت افسوس ہوا، جن لوگوں کا قصور تھا، ان کو سزا دی، اور بڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں عطا کیں، بڑھیا بہت خوش ہوئی، اور کہنے لگی: اے بادشاہ! تو نے میرے ساتھ انصاف کیا، خدا اس کا بدلہ تجھے دے گا۔

انصاف کرنے والا بادشاہ خدا کی رحمت ہوتا ہے، سلطان ناصر الدین کسی کا دل نہیں دُکھاتا تھا، ایک دن بیٹھا قرآن شریف لکھ رہا تھا کہ ایک شخص ملاقات کے لیے آیا، اس کی نظر قرآن شریف پر پڑی، دیکھا کہ ایک جگہ دو دفعہ 'فیـہ' لکھا ہوا تھا، سلطان سے کہا: یہاں ایک 'فیـہ' زائد ہے، سلطان نے قلم سے ایک 'فیـہ' کے گرد دائرہ بنا دیا، وہ شخص چلا گیا تو قلم تراش سے دائرہ کو چھیل ڈالا، خادم نے دائرہ بنانے اور مٹانے کی وجہ پوچھی، سلطان نے جواب دیا: یہاں لفظ 'فیـہ' دو دفعہ ٹھیک ہے، مگر اس خیال سے کہ وہ شخص اپنی غلطی معلوم کر کے شرمندہ ہوگا، اور اس کی دل شکنی ہوگی، اس کے سامنے لفظ 'فیـہ' کے گرد حلقہ کھینچ دیا، اب وہ چلا گیا ہے، اس لیے مٹا دیا، کاغذ پر لکھ کر مٹانا آسان ہے، دل پر لکھ کر مٹانا مشکل ہے۔

تاریخِ اسلام میں بہت سے بادشاہوں، حاکموں، گورنروں اور افسروں کے انصاف و تواضع کے واقعات ایسے ہیں کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے، ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں مظفر حلیم گجراتی ایک زبردست بادشاہ گذرا ہے، اس کے عہدِ حکومت میں

ملک نے بڑی ترقی کی ہے، بہت سے تعمیری کام ہوئے ہیں، اس کے شاہانہ جود وسخا، عدل ومساوات کے سائے میں رعایا کو پھولنے پھلنے اور چین کی زندگی گذارنے کا موقع ملا ہے، اس کی ان ساری خوبیوں پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے اس کی سیرت کا صرف ایک واقعہ کافی ہے:

ایک دن بادشاہ گھر میں ایک عام آدمی کی طرح سے گھریلو ماحول میں بے تکلف انداز میں تھا کہ جاپانیر سے قاضی کا بھیجا ہوا قاصد ایک مجرم کی حیثیت سے حاضرِ عدالت ہونے کا پروانہ لے کر پہنچا، پروانہ ہاتھ میں ملتے ہی بادشاہ اسی بے تکلف وسادہ انداز میں جس طرح گھر میں تھا' عدالت کے لیے روانہ ہوگیا، بادشاہ عدالت میں پہنچتا ہے تو قاضی بحیثیت منصف وجج کرسیِ عدالت پر بیٹھا نظر آتا ہے؛ لیکن جب بادشاہ عدالت میں پہونچتا ہے تو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتا؛ بلکہ حاکمانہ انداز میں بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ: اپنے فریق کے ساتھ بیٹھو، اپنے کو اس سے بلند و بڑا سمجھ کر اس سے ممتاز جگہ میں نہ بیٹھو، اور بادشاہ قاضی کے حکم سے سرِ مُو انحراف کیے بغیر مدعی کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔

مدعی نے بادشاہ کے خلاف یہ مقدمہ دائر کیا تھا کہ بادشاہ نے ہم سے گھوڑے خریدے تھے، اس کی قیمت ہم کو ابھی تک نہیں ملی، چنانچہ عدالت میں بحث شروع ہوئی اور تاجر نے اپنا مطالبہ صحیح ثابت کر دیا، اور قاضی نے بلا کسی ادنیٰ جھجھک وتردد کے بادشاہ کے خلاف فیصلہ دے دیا، تاجر بھی ایسا ضدی تھا کہ اس نے کہا: جب تک قیمت نہ لے لوں' بادشاہ اٹھ نہیں سکتے، چنانچہ قاضی نے وہیں قیمت ادا کرنے کا حکم دیا، اور بادشاہ نے کسی ذریعہ سے رقم منگوا کر تاجر کو ادا کی، تب عدالت برخاست ہوئی۔

یہ کون حاضرِ عدالت تھا؟! قاضی کس کے خلاف جرأت مندانہ فیصلہ دے رہا تھا؟! اس کے خلاف جو ایک زبردست حکومت کے سیاہ وسفید کا مالک تھا، اس کے چشمِ ابرو کے اشارہ پر دیکھتے دیکھتے قاضی کا سر قلم ہوسکتا تھا، مگر آفریں ہے اس پیغامِ محمدیؐ پر جو شاہ و گدا، حاکم ومحکوم سب پر اپنے عدل وانصاف کا فرمان جاری کرتا ہے، اور تابِ انکار نہیں ہوتی، اور آفریں ہے اس باشاہِ وقت پر جو اپنی حکومت ودبدبہ کے نشہ میں اصول سے ذرہ برابر نہیں ہٹتا، چاہے سرِ عام رُسوا ہو رہا ہو، قاضی کا بھی کمال ہے کہ اس پر بادشاہ کا کوئی رعب نہیں پڑتا، اور وہ بے لاگ فیصلہ دے دیتا ہے، اور عدالت حاضری کے وقت بادشاہ کے لیے شاہانہ آداب بجالانا تو کُجا' سلام تک نہیں کرتا ہے، اور عام آدمی کی طرح سے بادشاہِ وقت کے خلاف مقدمہ کی سماعت کرتا ہے۔

جب مقدمہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے، عدالت برخاست ہو جاتی ہے، تب قاضی اپنی کرسی سے اُٹھتا ہے، اور معمول کے مطابق شاہی آداب بجالاتا ہے، اور قانونِ اسلام کے سامنے بادشاہ کے آداب نہ بجالانے پر معذرت کرتا ہے، بادشاہ بڑھ کر قاضی کو کرسی پر بٹھا دیتا ہے، اور اس بے لاگ فیصلہ پر کوئی عتاب نازل کرنے کے بجائے اس حق وانصاف کی داد دیتے ہوئے کہتا ہے: قاضی تو آپ جیسا ہی ہونا چاہیے، جو کسی حال میں حق کا فیصلہ کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہ کرے، قاضی صاحب نے فرمایا: بادشاہ بھی آپ ہی جیسا ہونا چاہیے، جو حق کو تسلیم کر لے، اور پیشانی پر بَل تک نہ آئے۔

☆☆☆

نورِ بصیرت

مدارس و مکاتب سائنس کا حکم رکھتے ہیں!

مدرسہ فیض الاسلام، پھلت (مظفرنگر) کے ایک افتتاحی جلسہ میں کی گئی تقریر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

پھلت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ہر صاحب علم کو خاص طور پر جو تاریخ کا طالب علم رہا ہو، خصوصاً ہندوستان کی تاریخ کا، اس کے لیے یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ اسے پھلت کے وہ نامور (افراد) یاد آجائیں جو صرف پھلت ہی کے لیے باعثِ فخر نہیں، بلکہ تمام عالم اسلام کے لیے باعث فخر ہیں۔

بارہویں صدی ہجری جس میں اس عہد کا سب سے بڑا عالم دین، یہ میں پوری بصیرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اسرار شریعت کا سب سے بڑا شارح، مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کا قائد یعنی حضرت شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ)، مجھے تاریخ لکھنے کے سلسلے میں، خصوصاً شاہ ولی اللہؒ کے عہد کی شخصیتوں، تحریکوں پر قلم اٹھانے کے سلسلہ میں اس عہد کا مطالعہ کرنا پڑا، علامہ اقبالؒ نے مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں کہا تھا:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

میں اسی مطالعہ اور فکر کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اس پورے برصغیر میں اب تک حضرت شاہ ولی اللہؒ کا شروع کیا ہوا دور چل رہا ہے، عربی مدارس، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جتنے بھی مدارس اسلامیہ ہیں، یہ سب امتداد اور تسلسل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ کے مسلک و مزاج کا، ان کا مزاج ہے: ولی اللّٰہی، اور اس وقت تک ہی ان میں خیر و برکت اور افادیت ہے جب تک ان میں ولی اللّٰہی مزاج قائم ہے، اس لحاظ سے ہمارے لیے پھلت سیر گاہ نہیں، بلکہ زیارت گاہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اخلاف اور خلفاء دونوں عطا کیے ہیں، اخلاف میں امام الہند شاہ عبدالعزیزؒ، علوم عقلیہ کے امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور شاہ عبدالقادرؒ جن کا ترجمہ قرآن پاک مشہور ہے، غیر عربی میں اب تک کسی بھی زبان میں ان سے بہتر ترجمہ کسی نے نہیں کیا، پھر ان کے چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنیؒ جن کو موقع نہیں ملا، اللہ نے ان کو نعم البدل یہ عطا فرمایا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسا "مِنْ أَذْكِيَاءِ الْعَالَمِ" فرزند ملا، یہ تو ان کے اخلاف تھے، اور خلفاء میں آپ دیکھیں: سید احمد شہیدؒ خلیفہ شاہ عبدالعزیزؒ، مولانا عبدالحیؒ، شاہ محمد اسحاقؒ جو درس و تدریس کے بھی امام ہیں اور سلسلۂ تصوف و شریعت کے بھی ہیں، دہلی کو یہ خانوادہ پھلت کا عطیہ ہے۔

ہمیشہ قصبات نے ہی شہروں کو تازہ خون عطا کیا

پھلت میں داخل ہوتے ہی یہ تمام تاریخ سامنے آجاتی ہے، اور یہ تاریخ وہی ہے عالم اسلام کی کہ جب دارالحکومت میں عہدوں کو حاصل کرنے کی وجہ سے، مصنوعی زندگی کی بنا پر قویٰ سست ہونے لگے، رگوں میں خون منجمد ہونے لگا، تو قصبات نے نیا خون عطا کیا، آپ نے نہ صرف سلطنت مغلیہ کے دارالخلافہ بلکہ مرکز علم وسلوک و جذبۂ جہاد دہلی کو پھلت نے اتنا بڑا تحفہ عطا کیا، خانوادہ ولی اللّٰہی، اس سے بڑھ کر تحفہ اور کیا ہوسکتا ہے!!

جس طرح لکھنؤ کو سہالی کے ایک قصبہ نے خانوادۂ علمائے فرنگی محل عطا کیا، ایسے ہی جب بغداد میں اضمحلال پیدا ہوا، حکومت کے شر نے قوی کو مضمحل کردیا، اور سوائے حصولِ منصب کے کوئی مقصد لوگوں کے سامنے نہیں رہا، تو ایران کے ایک قصبہ جیلان نے سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا تحفہ دیا، جس نے پورے عالم اسلام کو عشق الٰہی کے سوز سے بھر دیا، جس کی لہریں افریقہ تک پہنچیں، ایسے ہی ایران کے ایک معمولی قصبہ نے امام غزالیؒ جیسا مفکر عطا کیا، الغرض قصبات نے ہر دور میں دارالحکومت کو ایسا چمکتا ہوا، دمکتا ہوا نیا خون عطا کیا جس نے پورے پورے ملکوں کو گرما دیا، بہت سے لوگ اس کو بھول جاتے ہیں کہ یہ نیا خون کس نے عطا کیا، بڑے بڑے شہروں کی تاریخ سامنے آجاتی ہے اور وہ آڑ بن جاتی ہے، جہاں ایسے مردم خیز قصبوں میں جاکر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہاں کیسے کیسے باکمال پیدا ہوئے، خدا کی دین کی بھی کوئی حد نہیں، اس کی قدرت کی وسعت معلوم ہوتی ہے، وہاں یہ ذہن بھی جاتا ہے- جو نفسیاتی ردعمل بھی ہے- کہ اب ایسے لوگ پیدا نہیں ہوسکتے اور خدا کی مردے سے زندہ کو پیدا کرنے کی جو قوت ہے (يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ) اس کو بھول کر ذہن

کے کسی گوشہ میں یہ بات ضرور آتی ہے کہ اب تو بس تاریخ کو اور ان کے کارناموں کو پڑھنا چاہیے، اور اپنے معاش میں لگنا چاہیے۔

اللہ کی بخشش لا محدود ہے

تو آپ کے سامنے پھلت کا جو تاریخی تعارف کرایا گیا ہے، اس نے مجھے آمادہ کیا کہ میں یہ آیت پڑھ کر سناؤں: "كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا" [سورۃ الاسراء:۲۰]، ہم ان کو بھی بھر بھر کر دیتے ہیں اور ان کو بھی: "هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ" اور دیتے رہیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا ہے، یعنی یوں کہنا کہ "ہم دیتے ہیں" صحیح نہیں، اور "دیتے رہیں گے" یہ بھی صحیح نہیں، صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے"، تمہارے رب کی دین میں کوئی راشننگ ہی نہیں ہے کہ اب اگر دے دیا تو انتظار کروائے گا برس کا، ہمارے رب کی عطا میں کوئی راشن نہیں ہے، کیونکہ اس کی بخشش لامحدود ہے: "وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا"۔

اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا:

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی، آثار ونشاں بھی قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں، ہمت بلند ہو، اخلاص وسعی ہو، اللہ تعالیٰ نے کوشش کی بھی جا بجا تاکید کی ہے، اللہ تعالیٰ کسی کوشش کرنے والے کی کوشش کو ضائع نہیں کرتا، تو یہ ملت تو محبوب ہے، "رحمۃ للعالمین" کی ملت ہے، اشرف الامم ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو انسانیت بھی عزیز ہے، اپنی پیدا کی ہوئی دنیا بھی عزیز ہے، جس ماحول کا ہمارے لیے انتخاب کیا گیا ہے یا ہمارا جس ماحول کے لیے انتخاب کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ہمارا جوڑ ہو اور ہم اس فضا میں اپنی افادیت ثابت کریں، ہمارے اکابر مجدد الف ثانیؒ ہوں یا شاہ ولی اللہؒ ہوں، یا شاہ عبدالقادرؒ ہوں، انھوں نے زمانے کی نبض پہچانی، انھوں نے دیکھا کہ زمانے کو روحانیت کی ضرورت ہے، علم صحیح کی ضرورت ہے، توحید خالص کی، عہدوں اور انانیت سے بلند ہو کر اعمال میں روح پیدا کرنے کی ضرورت ہے، طلبِ رضائے الٰہی کی ضرورت ہے، ایسے ہی انھوں نے دیکھا کہ اس وقت انسانیت کس چیز کی پیاسی ہے؟ وہ زندہ رہنے کا استحقاق کھوتی چلی جارہی ہے، اس سے جو مظالم سرزد ہو رہے ہیں، اس سے جو حق تلفیاں ہو رہی ہیں، اس سے جو خون انساں ارزاں ہو رہا ہے اور پانی کی طرح بہہ رہا ہے، کہیں اللہ تعالیٰ نسلِ انسانی کے خاتمہ کا فیصلہ نہ کرلے کیونکہ "فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً، وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ" [سورۃ الرعد:۱۷] (جو جھاگ ہے وہ چلا جاتا ہے، اور جو چیز نافع ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے)۔ معلوم ہوا کہ بقا مربوط ہے نافعیت کے ساتھ، جو چیز اپنی افادیت کھو بیٹھتی ہے، جو گروہ، کوئی مرکز، دعوت، یا تحریک اپنی نافعیت کھو بیٹھتی ہے وہ اس کی مستحق نہیں رہتی کہ قائم رہے، یہی سنت اللہ ہے۔

اسلاف کے احسانات

ان بزرگانِ دین نے دونوں کام کیے، ہماری نظر اس پر تو جاتی ہے کہ انھوں نے ملت کو کیا دیا، حدیث وتفسیر میں کیا نئی راہیں نکالیں، علوم اسلامیہ میں کتنا عمق پیدا کیا، ماحول میں کیا روحانیت پیدا کی، لیکن ہماری نظر اس پر نہیں جاتی کہ انھوں نے غیر مسلموں کی نظر میں اسلام کا کس درجہ احترام پیدا کیا، سیرت نبویؐ کو غور سے دیکھنے، پڑھنے، مطالعہ کرنے پر کس طرح آمادہ کیا؟ مؤرخین نے بھی اس پر پردہ ڈالا، جہاں انھوں نے علم کے دریا بہائے، مسندِ درس بچھائی، وہیں اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے دل میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رحمۃ للعالمین ہونے کا، اسلام کے حقانی ومطابق عقل ہونے کا اور اسلام کے اس دنیا کی پیاس بجھانے کا ثبوت دیا، یقین دلایا، ہمارے سوانحی لٹریچر میں یہ پہلو بہت مغلوب رہ گیا ہے۔

آج میں کہتا ہوں کہ ملت اسلامیہ کو یہ دونوں کام کرنے ہیں، عقائد صحیحہ، عبادات مقبولہ، طلبِ خداوندی کے ذریعے ملت کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے صحیح بھی ہو، قوی بھی ہو، دونوں چیزیں ضروری ہیں، صرف صحیح ہونا کافی نہیں، قوی بھی ہو، صرف قوی ہونا کافی نہیں، صحیح بھی ہو، عبادت تو مشرکین بھی کرتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً" [سورۃ الانفال:۳۵] لیکن اس کے ساتھ ساتھ خصوصاً اس زمانے میں ملت کا یہ فریضہ بھی ہو گیا ہے کہ اپنی نافعیت ثابت کرے، ہماری وجہ سے کتنی بلائیں ہیں جو ٹل رہی ہیں، ہم اس ملک کے لیے باعث رحمت وبرکت ہیں، یہ جب ہی ہو گا جب آپ صحیح انسان بن کر بازاروں، دفتروں میں جائیں، جو انھیں سوچنے پر مجبور کرے کہ وہ کون سا مذہب ہے جس نے ہمیں ایسا انسان بنادیا، ہم بتائیں کہ اس ملک کے لیے پہاڑ، دریا، سمندر اتنے ضروری نہیں جتنے کہ ہم، ہمارا پیام انسانیت، ہماری خداترسی۔

امت مسلمہ ایک خطرناک دوراہے پر

ہم ایسے دوراہے پر آگئے ہیں کہ ایک راستہ سیدھا ارتداد کی طرف جارہا ہے، میں اس سے کم درجہ کا لفظ استعمال کرنے پر تیار نہیں، اگر کوئی آسمان سے ویسا اشارہ نہ ہوا، قدرت خداوندی کی کوئی مداخلت نہ ہوئی تو اس کے صاف آثار ہیں، آثار ہی نہیں بلکہ آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے، تصور کی آنکھ سے جس میں صرف تصور ہی نہیں بلکہ تصویر بھی شامل ہے کہ آئندہ نسل شاید اسلام کے بنیادی عقائد سے بالکل ناآشنا ہو، صرف آشنا منفی طور پر ہی نہیں بلکہ اس کے بالمقابل اسلام کے برخلاف عقائد وتصورات کی حامل ہو، مشرکانہ عقائد کی قائل ہو، ایسے خطرناک دوراہے پر آگئے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی توفیق نہ ہوئی کہ اس کے لیے اپنی ساری توانائی صرف کرڈالیں، تو شاید آنے والی نسل ۲۵ / برس بعد یہ تو زیادہ کہہ دیا بلکہ ۱۵ / برس کے بعد خطرہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے نام سے بالکل ناآشنا ہو، اس کی مثالیں سامنے آنے لگی ہیں کہ اسکولوں کے بہت سے بچے اللہ کا لفظ صحیح نہیں لکھ سکتے، پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کس طرح لکھیں؟ اور آج نوجوانوں کی ایک تعداد یہ سمجھتی ہے کہ اس دھرتی کو کرشن یا رام چلاتے ہیں، ہندو علم الاصنام، ہندو دیومالا بچوں کے ذہنوں پر اثر کررہی ہے، ابھی ٹی وی پر ''رامائن'' جو سیریل چل رہا ہے، کالج کی جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں، اس سے جوانوں کے ذہن ودماغ متاثر ہورہے ہیں۔

نسل نو کو جہنم سے بچائیے

''یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً'' [سورۃ التحریم: ۶]۔

معاملہ عالم وفاضل یا مفسر ومحدث بنانے کا نہیں، بلکہ معاملہ ہے جہنم سے بچانے کا، دوزخ کی آگ سے بچانے کا، ایک جلسہ میں ایک بہن ایسی تھیں کہ جن کے چہرے پر ہوائیاں اڑرہی تھیں، عورتوں نے پوچھا کہ بہن! سر میں درد ہے؟ کچھ پیٹ میں تکلیف ہے؟ بولیں کہ کچھ نہیں، پھر مزید اصرار پر بتایا کہ میں بچہ سوتا ہوا چھوڑ کر آئی تھی، اس سے کچھ فاصلہ پر دیا سلائی رکھی ہوئی ہے، اگر وہ بچہ جاگ گیا اور چل کر وہاں تک گیا اور دیا سلائی سے تیلی نکال لی، پھر اپنے کپڑوں میں آگ لگالی تو کیا ہوگا؟ عورتوں نے پوچھا کہ بچے کی عمر کیا ہے؟ بولی: ''ڈھائی سال کا ہے''، سب نے کہا: ہوش کی باتیں کرو، وہ چھوٹا بچہ چارپائی سے کیسے اترے گا؟ اور پھر چل کر وہاں تک جائے گا؟ اور جاکر وہ یہی ایک کام کرے گا؟ جواب دیا کہ تمہارا بچہ ہوتا تو جانتیں؟ میرا بچہ ہے اس لیے مجھے ڈر ہے۔

والدین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیوں نہیں؟

میں پوچھتا ہوں کہ آج ہمارے ماں باپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیوں نہیں ہوتا کہ اگر ہم نے بچہ کو کلمہ، نماز نہ سکھائی، توحید کا سبق یاد نہ کرایا، ابراہیم (علیہ السلام) کی بت شکنی نہ سمجھائی تو کل وہ مشرک اٹھے گا، یہاں تو بالکل خطرات نہیں بلکہ مشاہدات ہیں، وہاں تو ایسا دور دراز کا اندیشہ تھا، میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک لڑکا ڈھال کی سڑک پر سائیکل پر جارہا ہے اور آگے گہری کھائی ہے، سائیکل کے بریک بھی نہیں ہیں، تو باپ بے چین ہواٹھے گا، کہے گا کہ بیٹا! آگے کھائی ہے، سائیکل سے اتر جاؤ، اسی طرح آج ہمارے سامنے ایک گہری کھائی ہے، وہ کھائی ہندو دیومالا کی ہے، بت پرستی ہے، مسلمانوں کے دلوں سے شرک وبت پرستی کی طرف سے ایسے گھن آنا ضروری ہے جیسے پاخانہ پیشاب سے بلکہ اس سے زیادہ گھن آنا ضروری ہے۔ یہ تکدر، یہ تعفن، یہ وحشت دور ہوتی جارہی ہے، حالانکہ ایک مسلمان کو سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہونا تھا کہ کل وہ مشرکانہ عقائد لے کرنہ اٹھے، حضرت خضر (علیہ السلام) کا ایک بچہ کو قتل کردینے کا واقعہ تشریعی نہیں ہے، اس پر عمل آج نہیں ہوسکتا، مگر یہ قصہ قرآن میں قیامت تک پڑھا جائے گا، اس کا مقصد وافادیت یہ ہے کہ مسلمان سمجھے کہ خاندان کے لیے فتنہ بننے والا بچہ کتنا منحوس ہوتا ہے، اس قصہ کو قرآن نے جگہ دی تاکہ معلوم ہو کہ یہ خطرہ کتنا بڑا تھا۔

مدارس ومکاتب سانس کا حکم رکھتے ہیں

پہلی بات تو یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کو کھلی ہوئی بت پرستی سے، مشرکانہ عقائد سے بچانے کے لیے اپنے گھٹنے ٹیک دیجیے، ہر ممکن کوشش کرڈالیے، اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لیے خالی وقتوں میں پرائیویٹ کلاسز کا انتظام کرائیے، یا ان مدارس ومکاتب میں داخل کرائیے۔

یہ مدارس ومکاتب آج ہماری ریڑھ کی ہڈی ہیں، سانس کا حکم رکھتے ہیں، اگر سانس چل رہی ہے تو ہم زندہ ہیں ورنہ ختم، اور اپنے ماحول کو مانوس کریں، فضا اگر یونہی اشتعال انگیز رہی تو کسی وقت چنگاری سے آگ لگ سکتی ہے، اگر ہمیں دیکھ کر ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار نمودار ہوتے رہے، وہ دیکھتے رہے کہ نہ ہم میں اخلاق کردار نہ افادیت،

ہم بھی وعدہ خلاف اسی طرح یہ بھی، جس طرح ہم جھوٹ بولتے ہیں اسی طرح یہ بھی، تو ہم صرف اپنے لیے ہی نہیں، بلکہ اسلام کے باقی رکھنے کے لیے بھی اس ملک میں خطرہ پیدا کررہے ہیں، ہمارے اکابر جو افریقہ، مراکش، اسپین تک اسلام کو پھیلاتے چلے گئے، یہ صرف زبانی کام نہیں، بلکہ اس میں کردار بھی شامل تھا، جنھیں دیکھ کر خود بخود غیر مسلموں میں جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ اسلام کو قبول کریں، مسلم پرسنل لا کی لڑائی اسی لیے لڑی گئی تھی کہ عائلی تعلقات میراث ، طلاق، نکاح، سب اسلامی طریقہ پر ہوں، جس کے لیے سب مطالعہ کرنے والے علماء اپنے کمروں سے نکل کر میدان میں آئے، اپنے عائلی قانون کی بھی حفاظت کرنی ہے، اپنے ملی تشخص کی بھی حفاظت کرنی ہے، اس کا قریب ترین ذریعہ یہ دینی مدارس ومکاتب ہیں۔

تحریک پیام انسانیت

دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ یہ تلخی جو پانی ، ہوا، سانسوں اور ماحول اور فضا میں آگئی ہے، اسے دور کریں، اسلام کا تعارف کرائیں، ورنہ کسی چیز کا موقع باقی نہ رہے گا۔

"پیام انسانیت کی تحریک" یہ ایک چہار دیواری ہے، یہ ایک حصار ہے، اس میں بیٹھ کر آپ قرآن شریف پڑھیے، مسجد بنائیے، نماز پڑھیے، خدانخواستہ یہ ٹوٹ گئی تو؟ خدا ہمیں اس دن کے لیے زندہ نہ رکھے جب یہ مسئلہ چہار دیواری کے اندر آجائے اور مدارس ومساجد سب خطرے میں پڑ جائیں۔ میں جسمانی طور سے اس حالت میں نہیں تھا کہ اتنا بھی کہہ سکوں، آپ حضرات کے خلوص اور تعاون اور سکون نے اتنا کہلوادیا۔

☆☆☆☆☆

صحیح اور حکیمانہ رہنمائی کی ضرورت

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ

مسلمانوں کو اپنے دینی ودعوتی جذبات کے برتنے میں صحیح اور حکیمانہ رہنمائی کی ضرورت ہے؛ تاکہ انتہا پسندی کا راستہ اختیار نہ کربیٹھیں اور صراط مستقیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور اسلامی حدود سے متجاوز نہ ہوں؛ بلکہ اسلامی تعلیمات اور اس کے طریقہ کار پر مضبوطی سے کاربند رہیں۔ اور ان تعلیمات کے مظاہرے میں اسلام کی اعلیٰ قدروں اور مثالی طور طریقوں پر قائم رہیں، کیونکہ مطلوبہ نتائج اسی وقت حاصل ہوسکتے ہیں جب کہ اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل کیا جائے، اس لیے کہ اسلام نے زندگی کے ہر میدان میں کچھ نہ کچھ اصول مقرر کیے ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، اس لیے مسلمانوں کو آزادانہ تصرف کا اختیار نہیں دیا ہے، یہ بات الگ ہے کہ بعض اوقات کچھ سیاست پسند عناصر مسلمانوں کے ان قیمتی جذبات کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے سیاسی مفاد کی خاطر مسلمانوں کی صلاحیتوں اور طاقتوں کا استعمال ایسے طریقے پر کیا کرتے ہیں جو اسلامی طریقۂ کار کے سراسر مخالف ہوتا ہے، اگر ان وسائل کا استعمال حالات اور ماحول کے جائزہ کے بعد حکمت ودانائی سے کیا جائے تو مسلمانوں کے موقف میں تصادم واقع نہ ہو اور ان مسائل وبحران سے دوچار نہ ہوں جن سے وہ بعض حالات میں دوچار ہوئے ہیں، اگر مسلمان اپنے مخاطب کو یہ باور کرادیں کہ ہم حق وصداقت کے پیامبر اور علمبردار ہیں، ہم نہ تو سرزمین میں فساد وبگاڑ چاہتے ہیں اور نہ ہی حکومت واقتدار کے بھوکے ہیں، بلکہ ہم مسلمانوں کی روز اول سے یہ کوشش رہی ہے کہ اس کائنات ارضی میں ہمیشہ عدل وانصاف اور حق وصداقت کا بول بالا ہو، حالات پرسکون و پرامن رہیں، امن وسلامتی اور صلح وآشتی کا ماحول بنا رہے، انسانی برادری میں اخوت، بھائی چارہ، مساوات، مہر ومحبت اور اتحاد واتفاق کو فروغ ہو اور بغض وعداوت، ظلم وجور اور عصبیت کا چراغ گل ہوجائے ، رنگ ونسل ،وطن وقوم کے انسانیت سوز امتیازات کا خاتمہ ہوجائے ، ہمارا مقصد صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر ہے نہ کہ انسانیت کو قتل کرنا، اگر مسلمانوں نے اپنی انسانی خدمات اور کاوشوں کی صداقت وسچائی اور اپنی بے لوثی وبے غرضی کو ثابت کیا ہوتا تو مسلمانوں اور ان کی مخاطب قوموں کے درمیان جو کشمکش جاری ہے یہ صورت نہ ہوتی، شکوک وشبہات کا بازار گرم نہ ہوتا، بلکہ ان کو اکرام واحترام اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا، ملک کی تعمیر وترقی میں ان سے تعاون لیا جاتا، اور انھیں اصلاحی کوششوں اور ترقیاتی پروگراموں اور انسانی خدمات میں شریک کیا جاتا۔

☆☆☆☆☆

اتباع کامل

نبوی نسبت والے مہینہ ربیع الاول کا پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ماہِ ربیع الاول بہت سی محبوب اور دلنواز یادیں لے کر آتا ہے، اس مہینہ میں انسانی مخلوق کو عظمت و شرافت اور دیگر مخلوقات پر برتری کا مقام پانے والے انسان کا تحفہ ملا اور قرآن مجید میں یہ اعلان ہوا کہ انسان اس کائنات کا قیمتی وجود اور گرانقدر جوہر ہے، اور اسے دیگر بہت سی مخلوقات سے معزز بتایا گیا: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا" [سورہ اسراء:۷۰] (اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ہم نے انہیں خشکی اور دریا دونوں میں سوار کیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں عطا کیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی)۔

اسی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور پھر نبوت عطا کی، اور آپ کو رہبر انسانیت، ہادی امت، اور نوع انسانی کو ڈرانے اور بشارت دینے والا بنایا گیا، اس طرح یہ مہینہ دوسرے مہینوں میں اپنی ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے، اس مہینہ میں ایسی اعلیٰ ترین اور عظیم ترین شخصیت وجود میں آئی جس کی ممتاز اور نمایاں صفت رحمۃ للعالمینی قرار پائی، آپ کو اس مہینہ میں مبعوث کیا گیا تاکہ انسان کو اس کی رفعت وعظمت اور عزت وشرافت کی طرف واپس لایا جائے جس سے وہ بھٹک گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین اسلام کو مکمل کیا گیا جو دنیا وآخرت میں انسان کی کامیابی وکامرانی کا ضامن قرار پایا، اور یہ کامیابی وسرخ روئی سرور کائنات خاتم النبیین محمد بن عبداللہ الامین کی کامل اتباع وپیروی سے مربوط ہے، اس لیے کہ آپ کو انسانی رفعت وعظمت اور شرافت و عزت کا نمونہ بنایا گیا ہے: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" [سورہ احزاب: ۲۱] (تمہارے لیے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ سے امید رکھتا ہو اور آخرت اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو)۔

ماہ ربیع الاول انسانی عظمت وشرافت کے ظہور کی علامت (Symbol) ہے، اس لیے کہ اس ماہ مبارک میں وہ اعلیٰ ترین انسانی نمونہ سامنے آیا جس کی پوری زندگی انسانی شرافت و عظمت کا بہترین اور کامل آئیڈیل ہے، اسی اسوہ حسنہ کو اختیار کر کے انسان اپنی حقیقی عظمت اور علو منزلت کو حاصل کر سکتا ہے۔

دنیا میں انسانی زندگی کا سلسلہ شروع ہونے پر یکے بعد دیگرے انسانی نسلوں نے دنیا کو آباد کیا اور انسان نے اپنے آغاز کے وقت سے حکم الٰہی کی پیروی اختیار کی، اور صحیح راستہ پر چلتا رہا اور انسانی رفعت وشرافت کی ان خوبیوں کا حامل رہا جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی دوسری مخلوقات پر فوقیت دی ہے، لیکن کچھ مدت کے بعد انسان کے اخلاق اور سلوک میں کمزوری اور گراوٹ شروع ہوگئی، اور وہ بتدریج ان خصوصیات سے ہٹتا چلا گیا جو اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں، اور اپنے خالق ومالک اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خلاف ورزی اور نافرمانی کرنے لگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اصلاح اور اس کی درستگی کے لیے انبیاء بھیجے، جو انہی میں سے ہوتے، اور وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے، یہ انبیاء حسب ضرورت مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں آتے رہے اور اپنی اپنی قوم میں دعوت واصلاح کا کام انجام دیتے رہے، اور اپنی قوموں کو سمجھانے میں دل وجان لگاتے رہے، لیکن کچھ قومیں انبیاء کرام کی اصلاحی اور دعوتی کوششوں اور جانفشانیوں کے باوجود گمراہی، ہٹ دھرمی اور سرکشی کرنے لگیں، ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو سمجھایا، ڈرایا، اور ان کو راہ حق پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن جس نے جب سرکشی کی اور ظلم کی انتہا کردی تو اس پر اللہ کا غضب اور عذاب نازل ہوا، بعض انبیاء کرام کی مدت کار مختصر رہی اور بعض کی مدت دعوت صدیوں پر محیط رہی، بعض گمراہ قوموں نے بڑی ادھم مچائی، کمزوروں کو ستایا اور جو اقلیت میں تھے ان کا جینا دوبھر کردیا، جیسا مصر میں فرعون نے کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی پامالی، انسانی شرافت وعظمت کی توہین، عناد وسرکشی اور رب کائنات کی ناشکری اور نافرمانی کی وجہ سے اس کو سمندر میں غرق کردیا، اور اس کی قوم کو تباہ کردیا، قوم لوط ہم جنسی کی لعنت میں مبتلا ہوئی جو ان میں عام ہوگئی تھی، اسی کے ساتھ دوسرے گناہوں پر بھی اڑے ہوئے تھے، جب پانی سر سے اونچا ہوگیا، نبی کی بات نہیں مانی گئی، اور اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہی، تو ان پر سخت آتش فشاں زلزلہ آیا اور وہ تباہ کردیے گئے، قوم مدین نے شرک کے ساتھ کاروبار میں خیانت وبددیانتی اور ناپ تول میں کمی کی اور کمزوروں کو ستایا تو پوری قوم کو ہلاک کردیا گیا، یہ سلسلہ چلتا رہا اور انبیاء آتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید خالص کی دعوت دی، بت پرستی سے منع کیا، اور عبادت کو صرف اور صرف اللہ کے لیے خاص کرنے کی تلقین، پھر آپ کی اولاد بھی اسی راستہ پر گامزن رہی، اللہ نے ان کے اس عمل کو پسند کیا اور قبولیت سے نوازا اور دونوں جہان میں ان کو رفعت وعزت سے سرفراز کیا، ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں متعدد انبیاء مبعوث کیے گئے اور بہت سے نیک اور صالح بادشاہ اور حکمراں ہوئے، لیکن بتدریج بعد کی انہی نسلوں میں بگاڑ شروع ہوگیا، توحید کی جگہ شرک اور بت پرستی آ گئی، مظلوموں اور کمزوروں کو ستایا جانے لگا حتی کہ انبیاء کو بھی قتل کیا گیا، اللہ رب العالمین کو انسانوں کی اس نالائقی پر ایسی ناراضی ہوئی کہ ان کو اس عزت ومنزلت سے محروم کردیا جو انہیں عطا کی تھی، اور پانچ صدیوں تک نبوت ورسالت کا سلسلہ موقوف رہا، اس کے نتیجہ میں انسانیت بہت بری عادتوں تک پہنچ گئی، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں برائیاں عام ہوگئیں، اور متمدن قومیں تو بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئیں، قریب تھا کہ اللہ رب العالمین اس کی سزا میں انسانوں کی نسل ہی ختم کردے جیسا کہ ایک حدیث نبوی سے ظاہر ہوتا ہے: "إن الله نظر إلى أهل الأرض فمقتهم عربهم وعجمهم إلا بقايا بعض أهل الكتاب" (اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر دوڑائی تو اس کو ان سے نفرت ہوئی عربوں سے بھی اور غیر عربوں سے بھی سوا چند بچے کھچے اہل کتاب کے)۔ انسانوں کی حالت اتنی قابل نفرت بن گئی کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا ہی کو ختم کردے اور انسان کے وجود کو مٹادے، اور قیامت برپا ہوجائے، لیکن اللہ رب العالمین کا رحم اس کے غضب پر غالب رہا اور اس نے انسانوں کو سمجھانے کا خصوصی موقع عطا فرمایا اور مزید اعلیٰ خصوصیات اور اعلیٰ ترین صلاحیتوں کا حامل نبی مبعوث کیا، یہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن کو اس عظیم کام کے لیے اللہ رب العزت نے مقرر کیا، انہوں نے انسانوں کی اصلاح کی ذمہ داری کو بڑی فکر وتوجہ اور محنت سے انجام دیا جس سے حالات میں زبردست سدھار آیا اور اس طرح پوری انسانیت جو ساری کی ساری اپنے خالق ومالک کے ناراض ہونے پر عذاب الٰہی کا شکار ہوسکتی تھی، بچ گئی، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے شاہ حبشہ کے سامنے جو تقریر کی تھی اس سے اس وقت کے خراب حالات کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ کے استفسار پر دعوت محمدیؐ کی وضاحت کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر کی:

"اے بادشاہ! ہم ایک جاہلیت والی قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، ہر قسم کی بے حیائیوں اور گناہوں میں آلودہ تھے، ہم میں جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کو پھاڑ کھاتا، ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ہی سے ایک رسول بھیجا، جس کے خاندان اور نسب وحسب سے اور جس کی سچائی سے، امانت داری، اور عفت وپاکبازی سے ہم پہلے سے واقف تھے، انہوں نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائیں، اور اسی کی عبادت کریں، اور ہم اور ہمارے باپ دادا بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے، اس کو بالکل چھوڑ دیں، اور ان سے قطع تعلق کرلیں، انہوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، ناجائز اور حرام باتوں اور ناحق خون سے پرہیز کرنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ فریب، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن وپاکباز عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا، انہوں نے ہم کو حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرائیں، انہوں نے ہمیں نماز کا، زکاۃ کا، روزہ کا حکم دیا، ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے، اور جو طریقہ اور تعلیم وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس کی پیروی کی، صرف ایک اللہ کی عبادت اختیار کی، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا، جو انہوں نے حرام کیا اس کو حرام مانا، جو انہوں نے حلال کیا، اس کو حلال تسلیم کیا، اس پر ہماری قوم ہماری دشمنی پر کمر بستہ ہوگئی، انہوں نے ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں، اور ہم کو اس دین سے پھیرنے کے لئے مختلف آزمائشوں میں ڈالا، اور اس کی کوشش کی کہ اللہ کی عبادت چھوڑ کر ہم پھر بتوں کی عبادت کو اختیار کرلیں، اور جن گناہوں اور جن جرائم کو پہلے جائز سمجھتے تھے، پھر جائز اور حلال سمجھنے لگیں، جب انہوں نے ہمارے ساتھ بہت زور زبردستی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کردیا، اور ہمارے دین کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑے ہوگئے، تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے اور اس کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا، آپ کے جوار اور پناہ کی خواہش کی، اے بادشاہ! ہم یہاں یہ امید لے کر آئے ہیں کہ ہم پر کوئی ظلم نہ کیا جاسکے گا"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کی ترسیل وابلاغ میں زبردست کامیابی حاصل کی اور آپ نے ایسا انسانی معاشرہ قائم کردیا جو نمونہ کا اور انسانوں کی رہبری کی خدمت انجام دینے کی صلاحیت رکھنے والا بنا، اور دنیا تباہ ہونے سے بچ گئی، آپ کی بعثت آخری بعثت تھی اور آپ کو ایسے دور میں مبعوث کیا گیا جس میں دنیا کے مختلف حصے ایک دوسرے سے قریب آنے لگے تھے، آپ نے علم وتعلیم کی دعوت دی اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے علم اور تعلیم کے وسائل سے فائدہ اٹھایا اور علم کو خیر وبھلائی کے فروغ، دلوں کی صفائی، ذہنوں کی صحیح

تربیت اور صحیح وصالح خطوط پر انسانوں کی سیرت و اخلاق کی تعمیر کے لیے استعمال کیا، اس لیے اسلام علم کا مذہب قرار پایا، اور جامع، ہمہ گیر اور عالمی صفت کا حامل ہوا کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیل گیا، اور پھیلتا ہی رہا، یہاں تک آج دنیا کے ہر حصہ میں اسلام کا اثر نظر آتا ہے، کہیں کم اور کہیں زیادہ، یہ توفیق الٰہی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔

ماہ ربیع الاول کی آمد مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کراتی ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اہمیت کو سمجھیں، اور اللہ رب العزت کی اس نعمت کا شکر ادا کریں کہ ان کے ذریعہ پوری انسانیت کو تباہ ہونے سے بچادیا، اور اس اہمیت کے لحاظ سے اپنے اس نبی کی مکمل اتباع کریں اور اسوہ رسول کو اختیار کریں، اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی اور رہبری ہے، لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی فلاح واصلاح کے لیے آپؐ کے اسوہ حسنہ اور آپ کی سیرت طیبہ کو اختیار کرے، اور بغیر آپؐ کی اتباع اور پیروی کے انسان اس شرافت اور عظمت کو حاصل نہیں کرسکتا جس کا حصول آپ کی کامل اتباع سے مربوط ہے، لہٰذا آپؐ کی حیات مبارکہ میں انسانی رفعت وعظمت کے حصول کا بہترین نمونہ اور مکمل نظام موجود ہے، سیرت نبویؐ میں مردوعورت، انفرادی واجتماعی زندگی، خاندان اور سماج کے اجتماعی تعلقات کا نمونہ موجود ہے، اسی وجہ سے اسوۂ رسول انسانی زندگی کا کامل اور ہمہ گیر دستور حیات قرار پایا ہے، اگر انسان اس کو اختیار کرلے تو اپنی رفعت وعظمت اور شرافت وعزت کو حاصل کرسکتا ہے، لیکن اگر اس نے اس سلسلہ میں کوتاہی کی اور خواہشات نفس کو ترجیح دی تو اسے یہ مقام بلند حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہوجاتا ہے، اور وہ حیوانیت اور درندگی پر اتر آتا ہے۔

حیف صد حیف کہ خود مسلمانوں میں جو اسوہ رسولؐ کے ماننے والے ہیں، ان میں عمل کی کمزوری اور خاص اخلاقی بگاڑ آتا جارہا ہے اور وہ راہ حق اور سنت نبویؐ سے دور ہوتے جارہے ہیں، مسلم معاشرہ میں برائیاں اور منکرات پھیل گئے ہیں، اسلامی اخلاق مٹتے جارہے ہیں، اور ان میں دین بے زاری بڑھتی جارہی ہے، اسی وجہ سے انسانی مشکلات اور مصائب بڑھتے جارہے ہیں، اور انسانوں کو نقصان پہنچانے والے حادثات و واقعات کی کثرت ہوگئی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اسوۂ رسول کو پورے طور پر اختیار کریں، زندگی کے تمام میدانوں میں تعلیمات نبویؐ کی اتباع کریں، اور سیرت رسول کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں، اور ایسا کرنا مسلمانوں کے لیے آسان بھی ہے اس لیے کہ سیرت رسولؐ اور اسوۂ رسولؐ کتابوں میں محفوظ و موجود ہے، سلف صالحین اور علماء کرام نے اس کو پوری امانت داری اور احتیاط سے محفوظ کردیا ہے، اور اس سے برھ کر کتاب اللہ قرآن مجید ہمارے لیے مشعل راہ ہے، جو آج بھی اسی تازگی اور معجزانہ تاثیر کا حامل ہے، جو بھی صاف دل اور سچی نیت سے اس کو پڑھتا ہے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، قرآن ابدی اور صحیفہ ہدایت ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا، اللہ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے: "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ" [سورۃ حجر:۹] (ہم ہی نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اور حدیث رسول اس کی شرح اور وضاحت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں ہمارے لیے منارہ نور ہیں، اور ان سے استفادہ آسان بنایا گیا ہے تاکہ ہماری زندگی انسانی رفعت اور عظمت کی حامل ہو، اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے علماء دعوت واصلاح کے کام کو حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ انجام دیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ" [سورہ آل عمران:۱۰۴] (اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلاتی رہے اور بھلائی کے لیے کہتی رہے اور برائی سے روکتی رہے اور یہی لوگ اپنی مراد کو پہونچنے والے ہیں) "فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ" [سورہ توبہ:۱۲۲] (تو کیوں نہ ہر طبقہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کرے اور تاکہ اپنی قوم کو جب ان کے پاس وہ واپس آئے تو خبردار کرے شاید وہ باز آئیں)۔

علماء سلف نے اس خدمت کو بخوبی انجام دیا اور اس طریقہ سے ہم تک یہ دین متین صحیح وسالم پہنچا ہے، لہٰذا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس ذمہ داری کی ادائیگی کے تیار ہوں، اور ہر ممکن طریقہ سے اس خدمت کو انجام دینے کی کوشش کریں، اس کی ادئیگی ہی ہم کو اللہ کی رضا وخوشنودی کا مستحق بنائے گی، اور ماہ ربیع الاول جب جب آتا ہے ہمیں اس کا پیغام دیتا ہے اور اس کی یاد دلاتا ہے، لیکن یاد دہانی بغیر عمل کے کوئی فائدہ نہیں دیتی، لہٰذا ضروری ہے کہ جب ہم ربیع الاول کے موقع پر آپؐ کی سیرت کو یاد کریں تو عملی طور پر اس کی اتباع بھی کریں، اس لیے کہ بغیر اتباع کے اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا، صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیراً۔

☆☆☆☆☆

مقامِ محمود

عظمتِ رسالت اور عالمِ انسانیت

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

ربیع الاول کا مہینہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے جشن بہاراں ہے، وہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بیان کرنے کے لیے متنوع پروگراموں کو ترتیب دیتے ہیں، اور اس عظیم شخصیت کی مدح وستائش کرتے ہیں، جن کی آمد پورے عالم کے لیے باعث رحمت، اور جن کی بعثت سرچشمۂ ہدایت ہے، اور ان پر لاکھوں کروڑوں درود وسلام پیش کرتے ہیں۔

تمام انبیاء اور رسولوں کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب سے اخیر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں تک انسانیت کا پیغام پہنچایا جائے، اور یہ باور کرایا جائے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں، قیامت کے روز جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اور ہر ایک انسان اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندوں کی شفاعت کا محتاج ہوگا، اس وقت شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم بن کر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تمام اہل ایمان کی شفاعت فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَـــنْ ذَا الَّـذِيْ يَشْـفَـعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِه" [البقرہ: ۲۵۵] (کون ایسا ہے جو اس کے سامنے بغیر اس کی اجازت کے سفارش کرسکے)۔

مسلمانوں میں بعض گروہ ایسے ہیں جو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت زیادہ اظہار کرتے ہیں، لیکن وہ ذکر اللہ، خشیت الٰہی، تضرع اور انابت سے بالکل عاری ہوتے ہیں، معاملات کو حل کرنے میں اللہ تعالیٰ کو مشکل کشا تصور نہیں کرتے، سنت نبویؐ کو فراموش کر کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ماہِ ربیع الاول میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کی معراج کے لیے کافی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے لسانِ نبوت سے یہ کہلوادیا: "قُـلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ، وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" [آل عمران: ۳۱] (آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔

موت وحیات، سرور وحزن، فقیری وتونگری، قلت وکثرت ہر حال میں اطمینان قلب کے ساتھ اللہ پر ایمان لانا، فرائض وواجبات، سنن ونوافل ان تمام چیزوں میں نبوی طریقہ سے آراستہ ہونا ہی مردِ مؤمن کی شان ہے، اس کی دنیا وآخرت کی سعادت وکامیابی اور فلاح وبہبود کا ضامن ہے، آدمی خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم نبوی تعلیمات سے کسی حال میں مستغنی نہیں ہوسکتا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ یہ حکم ہوا تھا کہ وہ تمام لوگوں میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیں: "يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ" [المائدۃ ۶۷] (اے (ہمارے) پیغمبر! جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے یہ (سب) آپ (لوگوں تک) پہنچادیجیے، اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا، وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِه وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا" [الاحزاب: ۴۵-۴۶] (اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے کے، اور بطور ایک روشن چراغ)۔

سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و بلندی کو عرب وعجم کے بہت سے شعراء نے بیان کیا ہے، انہوں نے خدمت دین سمجھ کر مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا نعت نبویؐ کے باب میں اپنی زبان و قلم کی جولانیاں دکھائیں، اور امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا تذکرہ کیا، سب سے پہلا طبقہ مخضرم شعراء کا تھا جو عہد جاہلی اور عہد اسلامی دونوں عہد میں رہا، انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روز وشب کے معمولات دیکھے، اور اسلام کی تعلیمات پر بھی نظر ڈالی تو وہ اسلام کے حلقے میں داخل ہوگئے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے دفاع میں سینہ سپر ہوگئے، کئی ایسے مواقع ہیں، جن میں انہوں نے کفار قریش کو للکارا، اور اسلام کی بہترین ترجمانی کی، ان میں ایک نمایاں نام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں اسلامی خلافت پوری دنیا کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ کے طور پر سامنے آئی، پھر آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے اس عظیم منصب کو سنبھالا، جنہوں نے نبوی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے خلافت کے اس عظیم ومقدس ذمہ داری کو نبویؐ تعلیمات کی روشنی اور عملی اقدامات کے ساتھ، نیز

تہذیب وتربیت کے پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بحسن وخوبی انجام دیے، اور دنیا کے سامنے ایک بہترین مثال کردی، اس امانت داری اور دیانت داری، اور 'حق بحق دار می رسد' کے اصول پر عمل کرنے کی بنا پر تمام انسانی معاشرہ اس سے متاثر ہوا، یہاں تک کہ اس وقت کی سپر پاور طاقتیں ایران وروم اور دوسرے قبیلے اور خاندان اسلام کی آغوش میں آنے لگے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک وبت پرستی اور لوگوں کے ذہنوں میں پیوست نسلی، وطنی، قومی تعصّبات کو ختم کرنے اور باطل کا قلع قمع کرنے کے لیے غیر معمولی کوششیں کیں، کیونکہ یہی تعصّبات اور تفریق کی ذہنیت اُن لوگوں کی شقاوت وبدبختی کا اصل سبب تھا، اور اس ناپاک ذہنیت کے حامل اس وقت کے تقریباً قبیلے اور خاندان تھے، بہر حال جاہلی تاریخ میں ان تمام تر واقعات کی بڑی لمبی فہرست موجود ہے، جیسا کہ علماء اور مؤرخین اس سے بخوبی واقف ہیں، دعوتِ اسلام کی حقیقت اس واقعہ سے مزید واضح ہوجاتی ہے، جس میں مسلمانوں کے نمائندے حضرت ربعی بن عامرؓ نے ایمانی کیفیت سے سرشار ہوکر ایرانی بادشاہ کو جرأتمندانہ جواب دیا تھا، جب اُس نے پوچھا تھا کہ تم یہاں کیوں آئے؟ تمہیں یہاں کس نے بھیجا؟ تو آپؓ نے فرمایا تھا کہ ہمیں اللہ نے بھیجا ہے، اور ہمارا کام یہ ہے کہ بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کی طرف لے آئیں، اور دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت وکشادگی سے روشناس کرائیں، نیز دنیا میں موجود ادیان و مذاہب کے ظلم وستم سے بچا کر اسلام کے عدل و انصاف کے سایہ میں لا کھڑا کریں۔

یہی وہ علمی، دینی اور تربیتی سرچشمہ ہے، جس سے صحابہ کرامؓ خوب خوب سیراب ہوئے، اور یہی وہ مضبوط بنیاد اور اساس ہے، جس پر صلح وآشتی، امن وامان کی داعی اور عدل وانصاف پر مبنی شاندار خلافتِ اسلامیہ کی عمارت قائم ہوئی، اس خلافت نے مختصر سے عرصہ میں دنیا کے گوشہ گوشہ میں توحید ورسالت کا علم بلند کردیا، اور صحابہ کرامؓ نے حکومت وسیاست کے میدان میں ایک بہترین مثال دنیا کو دے دی، اور انہوں نے فیضانِ نبویؐ سے علمی، دینی وروحانی فیض حاصل کیا، جس کے نتیجے میں وہ بلند اقدار اور اعلیٰ اخلاق وکردار کے حامل بن گئے، اور قول وفعل، نصیحت وموعظت، اخلاص وللّٰہیت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نیز علم و ادب، ایمان ویقین اور جسم وروح میں جامعیت و ہمہ گیریت جیسے بلند اوصاف سے متصف ہوتے چلے گئے، اور قرآن کریم نے اسی کی منظر کشی کی ہے: ''وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا كُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ، وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا'' (اسی طرح نے ہم آپ کو امتِ وسط بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں)۔ اُس وقت دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں کے لیے بالکل واضح ہوگئی کہ اصل مذہب تو صرف دینِ اسلام ہے، جو کہ کامل ومکمل دین ہے، اور انہیں اس بات کا بھی علم ہوگیا کہ وسطیت واعتدال اور میانہ روی ہی اس دین کا لازمہ اور خصوصیت ہے، اور اس دین کا مابہ الامتیاز ہے۔

مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان ہی اپنے اس دین کامل اور اُس کے ذریعہ ملنے والی عزت ونصرت، شوکت وسطوت اور باطل پر حق کے غلبہ پانے کی حقیقت سے غافل ہوگئے، اسی طرح وہ افراط وتفریط کا شکار ہوگئے، جس کی بنا پر وہ زندگی کے ہر موڑ پر ناکام اور زندگی کے ہر میدان میں پسماندگی کا شکار ہوتے چلے گئے، اور وہ کامیابیوں کے نشان سے دور ہوتے جارہے ہیں، نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ وہ مادی قومیں جن کے پیش نظر صرف اور صرف وقتی خواہشات ہوتی ہیں، حرص وہوس ہوتی ہیں، اُن کو لقمہ تر اور نوالہ بنانے کے درپے ہیں، ان کی بیخ کنی کی تیاریاں کررہی ہیں، جب کہ ان قوموں کی کوئی قابل ذکر تاریخ نہیں، اور ان کی شقاوت وبدبختی اور حرماں نصیبی کا یہ حال ہے کہ وہ اُن تمام تر نعمتوں، نوازشوں اور سعادتوں سے محروم ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے، اور ان کو ساری انسانیت کا رہبر ومقتدا قرار دیا، بلکہ قرآن مجید میں ان کی امت کو خیر امت سے یاد کر کے ساری امتوں اور قوموں پر اس کی فضیلت وبرتریت ثابت کردی۔

کسی بھی زمانہ میں کسی انسان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ اس بلند مقام ومرتبہ کو صحیح انداز میں بیان کردے، جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا، خواہ اس کا مطالعہ کتنا ہی وسیع ہو، حالانکہ شعرائے اسلام نے اس بلندی کی چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے اشعار میں آپ کی شایانِ شان مدح سرائی سے قاصر رہے۔

لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد ہوتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ میں تنقیص کی ناکام کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ، رسول، ملائکہ اور تمام مخلوقات کی لعنت برستی ہے، اور قریب ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کا عتاب نازل ہو، جیسا کہ تاریخ اس حقیقت پر شاہد رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

اصلاح حال

آخری قسط

سیرت النبیؐ اور ہماری زندگی

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

ڈاکٹر کے لیے ”ھاؤس جاب“ لازم کیوں؟

ایک انسان اگر یہ سوچے کہ میڈیکل سائنس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں، میں ان کتابوں کو پڑھ کر دوسروں کا علاج شروع کردوں، وہ پڑھنا بھی جانتا ہے، سمجھدار بھی ہے، ذہین بھی ہے اور اس نے کتابیں پڑھ کر علاج شروع کردیا تو وہ سوائے قبرستان آباد کرنے کے کوئی اور خدمت انجام نہیں دے گا۔

چنانچہ دنیا بھر کا قانون ہے کہ اگر کسی شخص نے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرلی، اس کو اس وقت تک عام پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں جب تک وہ ایک مدت تک ہاؤس جاب نہ کرے اور جب تک کسی ہسپتال میں کسی ماہر ڈاکٹر کی زیرِ نگرانی میں عملی نمونہ نہیں دیکھے گا، اس وقت تک صحیح ڈاکٹری نہیں کرسکتا، اس لیے کہ اس نے اب تک بہت سی چیزوں کو صرف کتاب میں پڑھا ہے، ابھی اس کے عملی نمونے اس کے سامنے نہیں آئے، اب مرض، کتابی تفصیل کے ساتھ اس کی عملی صورت مریض کی شکل میں دیکھ کر اسے صحیح معنی میں علاج کرنا آئے گا، اس کے بعد اس کو عام پریکٹس کی اجازت دے دی جائے گی۔

کتاب پڑھ کر قورمہ نہیں بناسکتے

کھانے پکانے کی کتابیں بازار میں چھپی ہوئی موجود ہیں اور ان میں ہر چیز کی ترکیب لکھی ہوئی ہے کہ بریانی اس طرح بنتی ہے، پلاؤ اس طرح بنتا ہے، کباب اس طرح بنتے ہیں، قورمہ اس طرح بنتا ہے، اب ایک آدمی ہے جس نے آج تک کبھی کھانا نہیں بنایا، کتاب سامنے رکھ کر اور اس میں ترکیب پڑھ کر قورمہ بنالے، خدا جانے وہ کیا چیز تیار کرے گا، ہاں اگر کسی استاد اور جاننے والے نے اس کو سامنے بیٹھا کر بتادیا کہ دیکھو قورمہ اس طرح بنتا ہے اور اس کی عملی تربیت دیدی پھر وہ شاندار طریقے سے بنالے گا۔

تنہا کتاب کافی نہیں

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت یہ رکھی ہے کہ جب تک کسی مربی کا عملی نمونہ اس کے سامنے نہ ہو اس وقت تک وہ صحیح راستے پر صحیح طریقے پر نہیں آسکتا اور کوئی علم وفن صحیح طور پر نہیں سیکھ سکتا، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا، وہ درحقیقت اسی مقصد کو بتانے کے لیے تھا کہ ہم نے کتاب تو بھیج دی لیکن تنہا کتاب تمہاری رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہوگی جب تک اس کتاب پر عمل کرنے کے لیے نمونہ تمہارے سامنے نہ ہو اس لیے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض کے لیے بھیجا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ یہ قرآن کریم تو ہماری تعلیمات ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعلیمات پر عمل کرنے کا نمونہ ہے۔

تعلیمات نبوی کا نور درکار ہے

قرآن کریم نے ایک اور جگہ پر کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ: ”قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ“ [سورۃ المائدہ: ۱۵] یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تو کھلی کتاب یعنی قرآن آیا ہے اور اس کے ساتھ ایک نور آیا ہے، اس سے اشارہ اس بات کی طرف کردیا کہ اگر کسی کے پاس کتاب موجود ہے اور کتاب میں سب کچھ لکھا ہے، لیکن اس کے پاس روشنی نہیں ہے نہ سورج کی روشنی ہے، نہ بجلی کی روشنی ہے، نہ چراغ کی روشنی ہے، بلکہ اندھیرا ہے، اس لیے اب روشنی کے بغیر اس کتاب سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا، اسی طرح اگر دن کی روشنی موجود ہے، بجلی کی روشنی موجود ہے، لیکن آنکھ کی روشنی نہیں ہے تب بھی کتاب سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا، لہٰذا جس طرح روشنی کے بغیر کتاب سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا، اسی طرح ہم نے قرآن کریم کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور بھیجا ہے، جب تک تعلیمات کا یہ نور تمہارے پاس نہیں ہوگا، تم قرآن کریم نہیں سمجھ سکو گے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ تمہیں نہیں آئے گا۔

حضورؐ کی تعلیمات سراپا نور ہیں

بعض نااہل اور ناقدر شناس لوگ اس آیات کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اعتبار سے بشر نہیں تھے۔ بلکہ 'نور' تھے، ارے یہ تو دیکھو کہ یہ بجلی کا نور، یہ ٹیوب لائٹ کا نور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نور کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ درحقیقت اس آیت میں یہ بتلانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تعلیم دے رہے ہیں، یہ وہ نور ہے جس کے ذریعے تم کتاب مبین پر صحیح صحیح عمل کرسکو گے اور اس نمونے کے بغیر تمہیں صحیح طرح عمل کرنے میں دشواری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا کہ آپ کی تعلیمات کا نور کتاب اللہ کی عملی تشریح کرے گا، یہ تمہیں تربیت دے گا اور تمہارے سامنے ایک عملی

نمونہ پیش کر کے دکھائے گا کہ یہ دیکھو اللہ کی کتاب پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے اور اب ہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ایک مکمل اور کامل نمونہ بنادیا، یہ ایسا نمونہ ہے کہ انسانیت اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اور یہ نمونہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس کو دیکھو، اور اس کی نقل اُتارو تمہارا کام بس یہی ہے۔

آپؐ کی ذات ہر شعبۂ زندگی کا نمونہ تھی

اگر تم باپ ہو تو یہ دیکھو کہ فاطمہ کے باپ کیا کرتے تھے؟ اگر تم شوہر ہو تو دیکھو کہ عائشہ اور خدیجہ کے شوہر کیا کرتے تھے؟ اگر تم حاکم ہو تو یہ دیکھو کہ مدینہ کے حاکم نے کس طرح حکومت کی؟ اگر تم مزدور ہو تو یہ دیکھو کہ مکہ کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور کیا کرتے تھے؟ اگر تم تاجر ہو تو یہ دیکھو کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی تجارت میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ آپؐ نے تجارت بھی کی، زراعت بھی کی، سیاست بھی کی، معیشت بھی کی، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ کے طور پر موجود نہ ہو، بس! تم اس نمونے کو دیکھو اور اس کی پیروی کرو، اسی مقصد کے لیے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ کا یوم پیدائش منایا جائے اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ کا جشن منا کر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے ان کا حق ادا کردیا، بلکہ اس لیے بھیجا کہ ان کی ایسی اتباع کرو، جیسی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتباع کر کے دکھائی۔

مجلس کا ایک ادب

صحابہ کرامؓ کو ہر آن اس بات کا دھیان تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کس طرح ہو؟ صحابہ کرامؓ ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے، سنئے!

ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں، جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ جاتے ہیں، اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے، اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر نہیں سننا ہے تو جاؤ اپنا راستہ دیکھو، اس لیے کہ اس طرح کھڑے رہنے سے بولنے والے کو ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔

اتباع ہو تو ایسی

بہرحال! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بیٹھ جاؤ'' جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبویؐ کی طرف آرہے تھے اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت ان کے کان میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ ''بیٹھ جاؤ'' آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے، خطبہ کے بعد جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے۔

اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو اب اس کے بعد قدم نہیں اُٹھ سکتا، صحابہ کرامؓ کی اتباع کا یہ حال تھا، ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے، عشق و محبت کے دعویدار تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرام جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے۔

میدانِ جنگ میں ادب کا لحاظ

میدانِ اُحد میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر برسائے جارہے ہیں، تیروں کی بارش ہورہی ہے، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آڑ بن جائیں، لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہوجاتی ہے اور یہ گوارا نہیں کہ میدانِ جنگ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہوجائے، چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور پشت کفار کے تیروں کی طرف کردی اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے، تاکہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہوجائے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مسجد نبویؐ سے بہت دور مکان لے لیا تھا، وہاں رہنے لگے تھے اور دوری کی وجہ سے وہاں سے روزانہ مسجد نبویؐ میں حاضری دینا مشکل تھا، چنانچہ ان کے قریب ایک صاحب رہتے تھے، ان سے یہ طے کرلیا تھا کہ ایک دن تم مسجد نبویؐ چلے جایا کرو اور ایک دن

میں جایا کروں گا، جس دن تم جاؤ اس دن واپس آکر مجھے یہ بتانا کہ آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں اور جب میں جایا کروں گا تو میں واپس آکر تمہیں بتادیا کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں تاکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کوئی بات چھوٹنے نہ پائے، اس طرح صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور سنتوں پر جان دی ہے۔

اپنے آقا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں جاکر اپنے چچازاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے اور جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے لیے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا تو بالکل ناجائز ہے، اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو جائز ہے لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے، اس سے نیچے نہیں ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبند جتنا لٹکا ہوا ہو، اتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لیے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے چچازاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا فرمایا کہ: لا! هكذا ازرة صاحبنا صلى الله عليه وسلم نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کر سکتا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہے یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں، یا بُرا سمجھیں، میری عزت کریں یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار دیکھ چکا ہوں اور آپ کا جیسا ازار ہے، ویسا ہی میرا رہے گا، اسے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔

ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (فاتح ایران) نے جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو دربار میں بلایا، آپ وہاں تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے، اس لیے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو، بلکہ اس کو اُٹھالو، اگر اس کے اوپر مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کرلو، اور پھر کھالو، چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد آگئی اور آپ نے اس نوالے کو اُٹھانے کے لیے نیچے ہاتھ بڑھایا، آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اُٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں اس لیے یہ نوالہ اُٹھا کر کھانے کا موقع نہیں آج اس کو چھوڑ دو۔

جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا: أأترك سنة رسول الله لهولاء الحمقى؟ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں یا بُرا سمجھیں، عزت کریں یا ذلت کریں، یا مذاق اُڑائیں، لیکن میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔

کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملادیا

اب بتایئے کہ انہوں نے اپنی عزت کرائی یا آج ہم سنتیں چھوڑ کر کروا رہے ہیں؟ عزت انہوں نے ہی کرائی اور ایسی عزت کرائی کہ ایک طرف تو سنت پر عمل کرتے ہوئے نوالہ اُٹھا کر کھایا تو دوسری طرف ایران کے وہ کج کلاہ جو غرور کے مجسّمے بنے ہوئے تھے ان کا غرور ایسا خاک میں ملایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ: اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده کہ جس دن کسریٰ ہلاک ہوا، اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے، دنیا سے اس کا نام ونشان مٹ گیا۔

اپنا لباس نہیں چھوڑیں گے

اس واقعہ سے پہلے یہ ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جب مذاکرات کے لیے جانے لگے اور کسریٰ کے محل میں داخل ہونے لگے تو اس وقت وہ اپنا وہی سیدھا سادھا لباس پہنے ہوئے تھے چونکہ لمبا سفر کرکے آئے تھے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑے کچھ میلے بھی ہوں، دربار کے دروازے پر جو دربان تھا اس نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا، اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسریٰ کے دربار میں ایسے لباس میں جارہے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس نے

ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس دربان سے کہا کہ اگر کسریٰ کے دربار میں جانے کے لیے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس میں جائیں گے اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں، لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں۔

تلوار دیکھ لی، بازو بھی دیکھ

اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں جو جبہ لینے کو بھی تیار نہیں، اس دوران حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کترنوں کو درست کرنے لگے جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپیٹی ہوئی تھیں، اس چوکیدار نے تلوار دیکھ کر کہا: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ، آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کروگے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا، اس نے کہا کہ اچھا ہاتھ بھی دکھادو، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوالو اور پھر میرا ہاتھ دیکھو، چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لوہے کی ڈھال تھی، جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی وہ منگوائی گئی، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے، چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا تو حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے وہ تلوار جس پر کترنیں لپٹی ہوئی تھیں اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے، سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آ گئی ہے۔

یہ ہیں فاتح ایران

بہر حال! اس کے بعد دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ ایک عجیب و غریب مخلوق آئی ہے جو نہ تمہارا دیا ہوا لباس پہنتی ہے، اور ان کی تلوار بظاہر ٹوٹی پھوٹی نظر آتی ہے لیکن اس نے ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان کو اندر بلوایا گیا، کسریٰ کے دربار کا دستور یہ تھا کہ وہ خود تو کرسی پر بیٹھا رہتا تھا اور سارے درباری سامنے کھڑے رہتے تھے، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے پیروکار ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا رہے اور باقی آدمی اس کے سامنے کھڑے رہیں، لہٰذا ہم اس طرح سے مذاکرات کرنے کے لیے تیار نہیں، یا تو ہمارے لیے بھی کرسیاں منگوائی جائیں یا کسریٰ بھی ہمارے سامنے کھڑا ہو، کسریٰ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تو ہماری توہین کرنے کے لیے آ گئے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک مٹی کا ٹوکرا بھر کر ان کے سر پر رکھ کر ان کو واپس روانہ کر دو، میں ان سے بات نہیں کرتا، چنانچہ ایک مٹی کا ٹوکرا ان کو دیدیا گیا، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جب دربار سے نکلنے لگے تو جاتے ہوئے یہ کہا کہ: اے کسریٰ! یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے ایران کی مٹی ہمیں دے دی، یہ کہہ کر روانہ ہو گئے، ایرانی لوگ بڑے توہم پرست قسم کے لوگ تھے، انہوں نے سوچا کہ یہ جو کہا کہ ایران کی مٹی ہمیں دیدی یہ تو بڑی بدفالی ہو گئی، اب کسریٰ نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑایا کہ جاؤ جلدی سے وہ مٹی کا ٹوکرا واپس لے آؤ، اب حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کہاں ہاتھ آنے والے تھے چنانچہ وہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ ایران کی مٹی انہی ٹوٹی ہوئی تلوار والوں کے ہاتھ میں ہے۔

آج مسلمان ذلیل کیوں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع میں آپ کی سنتوں کی تعمیل میں ان حضراتِ صحابہ نے دنیا بھر میں اپنا لوہا منوایا اور آج ہم پر یہ خوف مسلط ہے کہ اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا تو لوگ کیا کہیں گے، اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا تو دنیا والے مذاق اُڑائیں گے، انگلینڈ مذاق اُڑائے گا، فلاں ملک والے مذاق اُڑائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں آج ذلیل ہو رہے ہیں، آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے، آج دنیا میں جتنے مسلمان ہیں اتنے مسلمان اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے اور آج مسلمانوں کے پاس جتنے وسائل ہیں اتنے وسائل اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہوگی لیکن تم ایسے ہوگے جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے دشمنوں کو راضی کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، اپنے اخلاق چھوڑے، اپنے اعمال چھوڑے، اپنی سیرتیں چھوڑیں، اپنے کردار چھوڑے اور اپنی صورت تک بدل ڈالی، سر سے لے کر پاؤں تک ان کی نقل اُتار کر یہ دکھادیا کہ ہم تمہارے غلام ہیں، لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں اور روزانہ پٹائی کرتے ہیں، کبھی اسرائیل پٹائی کر رہا ہے، کبھی کوئی دوسرا ملک پٹائی کر رہا ہے، لہٰذا ایک مسلمان جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دے گا تو یاد رکھو اس کے لیے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایک شاعر گزرے ہیں اسعد ملتانی مرحوم، انہوں نے بڑے اچھے حکیمانہ شعر کہے ہیں، فرماتے ہیں:

کسی کا آستانہ اونچا ہے اتنا
کہ سر جھک کر بھی اونچا ہی رہے گا
ہنسے جانے سے جب تک تم ڈرو گے
زمانہ تم پر ہنستا ہی رہے گا

جب تک تم اس بات سے ڈرو گے کہ فلاں ہنسے گا، فلاں مذاق اُڑائے گا تو زمانہ ہنستا ہی رہے گا اور دیکھ لو کہ ہنس رہا ہے اور اگر تم نے نبی کریم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر اپنا سر رکھ دیا اور آپ ؐ کی سنتوں کی اتباع کر لی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے۔

صاحب ایمان کے لیے اتباعِ سنت لازم

یہاں ایک بات اور عرض کردوں وہ یہ کہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ سنتیں چھوڑنے سے ذلت ہوتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سارے کفار ومشرکین امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک والے سب نے سنتیں چھوڑ رکھی ہیں اور اس کے باوجود وہ خوب ترقی کر رہے ہیں اور خوب ان کی عزت ہو رہی ہے ان کو کیوں ترقی ہو رہی ہے؟

بات اصل میں یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے تم جب تک ان کے قدموں پر سر نہیں رکھو گے، اس وقت تک اس دنیا میں تمہاری پٹائی ہوتی رہے گی اور تمہیں عزت حاصل نہیں ہوگی، کافروں کے لیے تو صرف دنیا ہی دنیا ہے، وہ اس دنیا میں ترقی کریں، عزت کرائیں، جو چاہے کرائیں، تم اپنے آپ کو ان پر قیاس مت کرو، چودہ سو سال کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں، جب تک مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا، اس وقت تک عزت بھی پائی شوکت بھی حاصل کی، اقتدار بھی حاصل کیا، لیکن جب سنتیں چھوڑ دیں ہیں اس وقت سے دیکھ لو کیا حالت ہے۔

اپنی زندگی کا جائزہ لیں

بہر حال! تقریر تو ہوتی رہتی ہے، جلسے بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس تقریر کے نتیجے میں ہمارے اندر کیا فرق واقع ہوا؟ اس لیے آج ایک کام کا عہد کریں کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی سنت پر عمل کر رہے ہیں اور کون سی سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں اور کون سی سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں اور کون سی سنت ایسی ہے جس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے؟ لہٰذا جو سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً شروع کر سکتے ہیں وہ آج سے شروع کر دیں اور اس کا اہتمام کریں۔

اللہ کے محبوب بن جاؤ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بیت الخلاء یا غسل خانے میں داخل ہو رہے ہو، بایاں پاؤں پہلے داخل کردو اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لو کہ "اللّٰھم انی اعوذ بك من الخبث الخبائث" اور یہ نیت کر لو کہ یہ کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کر رہا ہوں بس پھر جس وقت یہ کام کرو گے، اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوجائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ: "فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"۔ [سورۃ آلِ عمران: ۳۱] (اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے)۔ لہٰذا اگر چھوٹے چھوٹے کام سنت کے لحاظ کرتے ہوئے کر لیے جائیں بس محبوبیت حاصل ہونے لگے گی اور جب سراپا اتباع بن جاؤ گے تو کامل محبوب ہوجاؤ گے، ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مدتوں اس بات کی ریاضت اور مشق کی ہے کہ گھر میں داخل ہوا کھانا سامنے چنا ہوا ہے، بھوک شدت کی لگی ہوئی ہے اور کھانے کو دل چاہ رہا ہے لیکن ایک لمحے کے لیے رک گئے کہ کھانا نہیں کھائیں گے پھر دوسرے لمحے دل میں خیال لائے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب آپ کے سامنے اچھا کھانا آتا تھا تو آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے تھے، اب ہم بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھانا کھائیں گے، لہٰذا اب جو کھانا کھایا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھایا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت بھی حاصل ہوگئی اور طبیعت بھی سیر ہوگئی۔

یہ عمل کرلیں

گھر میں داخل ہوئے اور بچہ کھیلتا ہوا اچھا معلوم ہوا اور دل چاہا کہ اس کو گود میں اُٹھالیں، لیکن ایک لمحے کے لیے رک گئے کہ نہیں اُٹھائیں گے پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت فرماتے ہوئے ان کو گود میں اُٹھالیا کرتے تھے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بچے کو گود میں اُٹھاؤں گا، چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جب بچے کو اُٹھایا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ بن گیا، دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں ہے جس میں اتباعِ سنت کی نیت نہ کر سکتے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر کتاب چھپی ہوئی ہے: "اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" وہ کتاب سامنے رکھ لیں، ایک ایک سنت دیکھتے جائیں اور اپنی زندگی میں داخل کرتے جائیں، پھر دیکھو گے انشاء اللہ ان سنتوں کا کیسا نور حاصل ہوتا ہے اور پھر تمہارا ہر دن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن ہوگا اور ہر لمحہ سیرت النبی ؐ کا لمحہ ہوگا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

حبّ نبوی

سیرت نبویؐ کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں

عربی تحریر: مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

پانچ ماہ پہلے ہم رمضان کی برکتوں اور رحمتوں کے سایہ میں تھے، تراویح پڑھ رہے تھے اور خدا کی توفیق سے قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے، ہم میں سے بہت سے خوش قسمت اور باتوفیق ایسے بھی تھے جنہوں نے اس مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کیا، اس کے دو ماہ بعد ذی الحجہ کا مہینہ بھی گذر گیا، اور خدا کی توفیق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی اتباع میں اور ان کی بڑی قربانی کا فریضہ بھی ادا کیا، گوشت کھایا بھی اور رشتہ داروں، پڑوسیوں، اور غریبوں میں تقسیم بھی کیا۔

اب ربیع الاول کا مہینہ ہے، یہ مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب جانے اور آپؐ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کردینے کا ہے، یہ مہینہ دیگر مہینوں کے مقابلہ میں اپنی ایک امتیازی شان رکھتا ہے اور کیوں نہ رکھے یہی تو وہ مہینہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی، یہی وہ مہینہ ہے جس میں تقریباً چھ سو سال کی مسلسل تاریکی کے بعد دنیا میں روشنی پھوٹی، چنانچہ اسی مناسبت سے اس ماہ مبارک میں پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت کو بیان کیا جاتا ہے، رسائل ومجلات کے خصوصی شمارے نکالے جاتے ہیں جن میں سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے، ان سب کے پیچھے وہ محبت ہوتی ہے جو ہر محبت پر غالب ہوتی ہے، نہ باپ کی محبت اس کا مقابلہ کرسکتی ہے نہ ماں کی محبت اور خدا نہ کرے کہ ہماری زندگی میں وہ وقت آئے کہ ماں باپ کی محبت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سامنے کھڑی ہوجائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا یومن أحدکم حتی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین" (تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: "لا یؤمن أحدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ" کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔

موجودہ زمانہ میں جب کہ لوگ ایک دوسرے کے تعلق سے جن سے ان کو محبت وعقیدت ہوتی ہے چھوٹے ہوں یا بڑے ان کا یوم پیدائش مناتے ہیں، یہاں تک کہ اپنا یوم پیدائش منانے کا بھی رواج عام ہوگیا ہے تو کیوں نہ ہم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت اس طور پر منائیں کہ ہم آپ کا تذکرہ کریں، آپ کی شریعت کا تذکرہ کریں، آپ کی سنتوں کا تذکرہ کریں، آپ کے اخلاق کا تذکرہ کریں تاکہ ہمارے دلوں میں آپ کی محبت بڑھے، آپ ہی تو ہیں جس نے ہم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالا، جس نے ہم کو توحید کی دعوت دی، سچائی اور امانتداری سکھائی، پاکیزگی کا سبق دیا، صلہ رحمی کا حکم دیا، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا سکھایا، حرام کاموں سے بچنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں سے منع کیا، جھوٹ بولنے سے روکا، یتیم کا مال ناحق کھانے سے روکا، پاکدامن عورت پر تہمت لگانے سے منع کیا۔

ہم کو چاہیے کہ ہم اس طرح اس ذات کا یوم پیدائش نہ منائیں جس طرح دوسرے اپنے لیڈروں اور قائدین کا مناتے ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش ایک دینی، دعوتی، اصلاحی اور تربیتی مقصد سے منائیں، یہ دن ہم کھیل کود میں، زیب و زینت میں، پہننے اوڑھنے میں، کھانے پینے میں، راستوں پر گھومنے میں، مٹھائیاں تقسیم کرنے میں، شربت بانٹنے میں ضائع نہ کریں بلکہ اس قیمتی وقت کو غنیمت سمجھیں، اس کا استعمال دعوت کے کام کے لیے کریں، لوگوں کے سامنے سیرت نبویؐ کے نمونے پیش کریں اسلامی پیغام کو متعارف کرائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کریں اور آپؐ کے اسوہ حسنہ کو اس طرح پیش کریں کہ دنیا وآخرت کے ہر معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی نمونہ ہے: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" [الاحزاب: ۲۱]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور آپؐ کی سنت ہماری زندگی کا مقصد ہے، آپؐ کی محبت ہمارے دلوں میں پوری طرح پیوست ہوچکی ہے، ہم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طریقہ سے اپنی زندگی میں نافذ کریں گے بلکہ ہماری زندگی کا ہر دن ربیع الاول کے مہینہ کی طرح ہوجائے تاکہ اس کا خوشگوار جھونکا ہم کو بھی معطر کرے۔

ترجمانی: محمد امین حسنی ندوی

☆☆☆☆☆

راہِ عمل

مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

آزاد ہندوستان کا خواب سب سے پہلے مسلمان علماء نے دیکھا، انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (م۱۸۲۴ء) نے دیا اور اس کی عملی کوششوں کا آغاز حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۸۳۱ء) نے کیا، انہوں نے مہاراجہ گوالیار کو خط لکھا اوران کو آزادی کی لڑائی کے لیے آمادہ کیا، شاملی کے میدان میں علماء ہی نے انگریزوں سے لڑائی لڑی اور قربانیاں دیں، ریشمی رومال کی تحریک شیخ الہند کی قیادت میں چلی، گاندھی جی کو اس میدان میں آنے کی دعوت مولانا محمد علی جوہر نے دی اور پھر آزادی کی لڑائی میں علماء شانہ بشانہ لڑتے رہے، اسی لیے آزاد ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد کو پہلا وزیر تعلیم مقرر کیا گیا، یہ سارے حقائق ایک طرف! اس ملک کے لیے مدارس اسلامیہ کی افادیت ان حقائق سے کھل کر سامنے آتی ہے، لیکن مدارس کی بنیادی طور پر جو قیمت ہے وہ مدارس کا وہ نظام تعلیم ہے جو انسانوں کو انسان بناتا ہے، بقول حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے:

''مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے، جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں سے قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں، مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے، عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں''۔[پاجا سراغ زندگی:۹۰]

اس وقت اگر اخلاق وانسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتی کو کہیں سے پانی مل رہا ہے تو وہ یہ مدارس اسلامیہ ہیں، ورنہ عام دانش گاہوں کو جس طرح ایک بزنس بنا لیا گیا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے، عام طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جس طرح بداخلاقیوں کی گرم بازاری ہے، وہ خود وہاں پڑھانے والوں اور انتظام کرنے والوں کے لیے کسی سوہان روح سے کم نہیں، کہیں کہیں ان مدارس پر بھی اب عصری دانش گاہوں کی چھاپ پڑتی نظر آنے لگی ہے، لیکن اب بھی یہ مدارس اپنی بنیادوں کے ساتھ جاری ہیں اور آج بھی وہاں اخلاق و محبت، شرافت وانسانیت کی جو تعلیم دی جاتی ہے اور طلبہ کی جس طرز پر تربیت کرنے کی کوشش ہوتی ہے، وہ اس ملک کی بھی ضرورت ہے اور دنیائے انسانیت کی ضرورت ہے، اگر یہ مدارس نہ رہ جائیں تو انسانیت کی کھیتی خشک ہونے لگے اور خود غرضی کی جو آگ لگی ہوئی ہے وہ سب کو جلا کر خاکستر کردے۔

ضرورت ہے ان مدارس اسلامیہ کے تحفظ کی، ان کے اندر صحیح روح پیدا کرنے کی اور باہر کی آلائشوں سے ان کی فضا کو پاک رکھنے کی، تاکہ یہاں سے جو پیغام محبت دنیا کو دیا جاتا رہا ہے وہ جاری ہے اور لوگوں کو صحیح راستہ ملتا رہے، اخوت ومحبت، ہمدردی وغم خواری کا سبق ان مدارس میں دیا جاتا رہے اور انسانوں کو انسانیت کی وہ سوغات ملتی رہے جو شاید اور کہیں نہ مل سکے اور ہر طرح کے مادی فوائد سے بلند تر ہوکر سوچنے کا جو جذبہ یہاں پیدا کیا جاتا ہے، وہ پیدا کیا جاتا رہے اور ذہن وفکر اور قلب و دماغ کو وہ صحیح غذا ملتی رہے جو ان مدارس اسلامیہ کا امتیاز رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

محاسنِ اسلام

برادرانِ وطن کو بہار آشنا بنانے کی ضرورت

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جانتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمینؐ تھے، صرف رحمۃ للمسلمین نہیں تھے، لیکن آپؐ کا سارے عالم کے لیے رحمت ہونا سب کے لیے ثابت کرنا بھی ضروری ہے، یہ مسلمانوں کا اخلاقی فرض ہے کہ سارے عالم کے سامنے آپؐ کی سیرت کو پیش کریں، آج سیرۃ النبیؐ کے جلسے ہر شہر میں ہوتے ہیں اور اس کے انتظامات بڑے پیمانے پر ہوتے ہیں، ہزاروں مسلمان جوش وخروش کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، لیکن کسی کو خیال نہیں ہوتا کہ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، اس لیے عالم والوں کے سامنے آپؐ کی سیرت طیبہ پیش کی جائے، سیرت کے جلسوں کے انتظامات کے کاموں میں ایسی کمیٹی کی تشکیل بھی ہونی چاہیے جس کا کام سیرت کے جلسہ میں شرکت کے لیے چند سو غیر مسلموں کو، برادرانِ وطن کو بھی ان کے گھر جا کر دعوت دے اور جلسہ میں ان کا استقبال کرے اور سیرت کے موضوع پر انگریزی، ہندی اور مقامی زبانوں میں کتابیں ان کو تحفہ کے طور پر پیش کرے، یہ ایک بے حد ضروری کام ہے، لیکن افسوس ہے کہ سیرت کے جلسے کرنے والوں کی اس کام کی طرف توجہ نہیں ہے، یہ اس لیے کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے بجائے رحمۃ للمسلمین سمجھ لیا ہے، مقررین میں بھی ایک دو مقرر ایسے ضرور ہوں جو برادرانِ وطن کے سامنے مناسب طریقے سے سیرت کو پیش کرنے کے اہل ہوں، سیرت کے جلسوں میں نعتیں ضرور پڑھی جائیں، لیکن منتظمین کو پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ کیا نعت پیش کی جائے گی اور مناسب انتخاب کا مشورہ ان کو دیا جائے، عام طور پر اس بارے میں لاپرواہی برتی جاتی ہے، سیرت نبویؐ کے جلسوں میں ایسی تقریریں ہوں اور ایسے نعتیہ اشعار پڑھے جائیں جو غیر مسلموں کے لیے، برادران وطن کے لیے بھی دلکش سامعہ نواز اور متاثر کن ہوں، غیر مسلم شاعروں نے بھی والہانہ انداز میں نعتیں کہی ہیں، ان نعتوں کو بھی پڑھنے کی ضرورت ہے۔

سیرت کے جلسے آج بھی منعقد ہوتے اور دھوم دھام سے منعقد ہوتے ہیں، ان کی سجاوٹ دیکھنے کے لائق ہوتی ہے، رنگ ونور کا سیلاب نظر آتا ہے، شامیانوں کی سجاوٹ آنکھوں کو بھلی لگتی ہے، لیکن چونکہ مسلمانوں سے دعوتی ذہن غائب ہوگیا ہے، اس لیے سیرت کا پیغام غیر مسلموں تک نہیں پہونچتا ہے کیونکہ ان کو بلانے کا اہتمام نہیں ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ چند غیر مسلموں کو ڈاک سے دعوت نامہ بھیج دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ موقعہ تھا کہ تھوڑا سا وقت نکال کر ان سے ملاقاتیں کی جاتیں، ان کو سیرت کا لٹریچر پیش کیا جاتا اور اصرار کے ساتھ جلسہ کے لیے مدعو کیا جاتا اور تقریروں کے ذریعہ ان کو دلنشیں انداز میں بتایا جاتا سمجھایا جاتا کہ دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی شخصیت نہیں گزری، جس نے حیرت ناک طریقہ سے بہت کم عرصہ میں دنیا میں عظیم انقلاب برپا کر دیا، مائکل ایچ ہارٹ نے دنیا کی سب سے زیادہ اہم شخصیتوں پر The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History کے نام سے کتاب لکھی تو وہ مجبور ہوا کہ سرفہرست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دے، بے شمار غیر مسلم شخصیتیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اخلاق کی تعریف میں رطب اللسان رہی ہیں، ہندوستان کے بابو برج بہاری لال کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قتل وخوں ریزی کا الزام لگ ہی نہیں سکتا ہے، جو شخص ننھے بچے کے رونے پر بے قرار ہو جائے جو ہزاروں گالیاں سن کر نگاہ نیچی رکھے، مکہ فتح ہونے پر سب کو معاف کر دے، دشمنوں سے کوئی انتقام نہ لے، ہر ظلم کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرے، سب کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار ہو، فاتحین عالم کی پوری تاریخ میں ایسی شخصیت کی مثال نہیں ملتی، انگریز مؤرخ سر ولیم میور نے لکھا ہے: یتیموں کے حقوق کی پاسداری، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور ہر طرح کے نشہ کی ممانعت آپ کا امتیاز خاص تھا، مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ اگر ہندو احترام کے ساتھ اسلام کا اور پیغمبر اسلام کا مطالعہ کریں گے تو وہ بھی میری طرح اسلام اور پیغمبر اسلام کا احترام کرنے لگیں گے، کاش مسلمان دنیا

والوں کے سامنے دنیا کی زبانوں میں آپ کو رحمۃ للعالمینؐ ہونے کی حیثیت سے اور پیغمبر اخلاق کی حیثیت سے پیش کرتے اور دنیا والوں کو بتاتے کہ آپ صرف مسلمانوں کے پیغمبر نہیں ہیں، بلکہ ساری دنیا کے لیے پیغمبر ہیں: "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً" [الاعراف: ۱۵۸] (کہہ دیجیے کہ اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف)۔ افسوس کہ مسلمانوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ قرآن صرف مسلمانوں کی کتاب ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کے رسول ہیں، قرآن میں ہے: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" یعنی ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے آپؐ کی ذات کو صرف مسلمانوں کے لیے رحمت سمجھا اور ایسے جلسے منعقد کرنے لگے جس میں صرف مسلمان شریک ہوتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضہ ہے کہ ان جلسوں میں اہتمام کے ساتھ غیر مسلموں کو مدعو کیا جائے اور ایسے خطیب اور اسپیکر کا انتخاب کیا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلام کی تعلیمات کو اس اندازر پیش کرے جس سے غیر مسلم بھی متاثر ہوسکیں کاش کہ مسلمان اس کام کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور یہ یقین کرلیں کہ حضور اکرم کی سیرت کا مؤثر تعارف کرائے بغیر وہ ملک کی تیرہ وتار فضا کو بدل نہیں سکتے ہیں:

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

☆☆☆☆☆

سید احمد شہید اکیڈمی کی
جدید و دیدہ زیب مطبوعات

حق وباطل کی کشمکش-سورۂ کہف کی روشنی میں

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

سورۂ کہف کی جامع تفسیر، قرآن سے شغف اور عربی زبان وادب کے خاص ذوق کی غماز!
الفاظ ومعانی کی دل کش پیرایہ میں تشریح وتطبیق، خواص وعوام دونوں کے لیے یکساں مفید!

صفحات: ۲۲۴ قیمت: ۲۰۰

ایثار کیا ہے؟

از: مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب "تہذیب الاخلاق" کے "باب الإيثار والمؤاساة" کا درس!
خودغرضی ومادیت کے دور میں ایثار وقربانی کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے ایک مؤثر رسالہ!
طلبہ وعلماء اور عوام سب کے لیے ایک بہترین تحفہ!

صفحات: ۵۶ قیمت: ۴۰

حلال کمائی اور اس کے ذرائع

از: مفتی راشد حسین ندوی

موجودہ حالات کے تناظر میں حلال کمائی اور اس کے ذرائع پر سیر حاصل بحث!
جدید مسائل پر فقہی بصیرت کے ساتھ معتدلانہ کلام اور شرعی نقطہ نظر کی وضاحت!
طلبہ اور فقہی ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک بہترین سوغات!

صفحات: ۱۵۲ قیمت: ۱۰۰

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی

دارعرفات، میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی (موبائل 9919331295)

نوٹ: یہ کتابیں لکھنؤ کے سبھی مکتبوں میں دستیاب ہیں۔

صحبتے با اہل دل

تعلیم قوموں کے عروج کی ضامن

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے مجلسی افادات

ترتیب وپیشکش: محمد سلمان بجنوری ندوی

زمانہ جاہلیت میں نظام تعلیم

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں تعلیم کا کوئی نظام نہیں تھا، وہ پڑھے لکھے نہیں تھے، اسی لیے ان کو "اُمّی" کہا جاتا تھا، قرآن پاک میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سلسلہ میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے: "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنْهُم" [سورۃ الجمعۃ:۲] جو پڑھے لکھے ہوتے تھے وہ انفرادی طور پر سیکھتے تھے، اس کے باوجود فصاحت وبلاغت میں عربوں کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ فطرتاً ان کو زبان وادب سے بڑی دلچسپی تھی، وہ شعروشاعری کے عاشق تھے، اس زمانے میں بڑے بڑے شعراء موجود تھے اور شعراء کے کلام کو بڑی اہمیت حاصل تھی، شعرگوئی کی محفلیں سجا کرتی تھیں اور شعراء اس میں اپنا کلام پیش کرتے تھے، جس کا قصیدہ یا شعر سب سے اچھا ہوتا اور لوگ اس کی تعریف کرتے تو اس کو خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کردیا جاتا، آج بھی یہ قصائد 'سبع معلقات' کے نام سے مشہور ہیں ہمارے یہاں نصاب میں بھی داخل ہیں، ان سات شعراء میں امرء القیس نے بڑی شہرت حاصل کی، اس کے اشعار کو عربوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی، اس کے علاوہ طرفہ بن العبد، زہیر بن ابی سلمیٰ، لبید بن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، عنترہ بن شداد، حارث بن حلزہ، عربوں کو اسی زبان دانی اور اپنی فصاحت وبلاغت پر ناز تھا، پوری عرب قوم شعروشاعری اور شراب نوشی اور قمار بازی میں لگی ہوئی تھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اپنے بابرکت وجود سے اس ظلمت اور تاریکی کو دور کیا اور تعلیم وتربیت اور اصلاح سے پورے معاشرہ کو بدل دیا اور ایسا بدلا کہ:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انسان کی بنیادی ضرورت تعلیم وتربیت ہے، جس کی اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی "اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" نازل کرکے بتادیا کہ اس کے بغیر انسان کا کوئی وجود نہیں، اب دیکھئے جتنا ہمارے دین میں تعلیم وتربیت پر زور دیا گیا ہے، اتنا ہی ہماری قوم میں ناخواندہ لوگ موجود ہیں، ہماری قوم رزق کے حصول میں اپنے شب وروز کھپانے کے لیے تیار ہے اور اس کے لیے پریشان ہے، جس کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے، لیکن علم کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں ہے، یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے کہ علم سے قومیں ترقی کرتی ہیں، ورنہ تنزلی کا شکار ہوجاتی ہیں۔

نصاب تعلیم، استاد اور طالب علم

تعلیم میں تین چیزیں ضروری ہیں جن کے بغیر تعلیم نامکمل ہے، ان میں ایک کتاب یا نصاب، دوسرے استاذ اور تیسرے طالب علم، یہ تینوں چیزیں درست ہیں تو تعلیم عمدہ سے عمدہ ہوگی، ان تینوں میں کہیں خامی ہے تو مقصد حاصل نہیں ہوگا، آپ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں سب سے افضل واشرف کتاب اور نصاب کا انتخاب کیا، اس سے بہتر جامع اور مکمل نصاب تعلیم قیامت تک کوئی پیش نہیں کرسکتا ہے، اس کی زبان بھی ایسی کہ جس میں قدامت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا اور معلم ایسا کہ جس سے افضل واشرف معلم دنیا نے کبھی دیکھا نہ دیکھے گی، وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے خود فرمایا: "انما بعثت معلّماً" اور طلبہ ہمارے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جن سے بہتر اور افضل ترین طلبہ دنیا نے نہیں دیکھے اور نہ ان کے مقام شاگردی کو کوئی پہنچ سکتا ہے۔

نصاب تعلیم

سب سے پہلے آپ نصاب کو لے لیجیے، نصاب اچھے سے اچھا ہونا چاہیے، زمانے کے تقاضے کے مطابق ہونا چاہیے اور موجودہ ضرورت کو پورا کرنے والا ہونا چاہیے اور مستقل اس میں غور وفکر کرتے رہنے کی ضرورت ہے، نصاب میں کتابوں کا انتخاب مضامین کا انتخاب ایک مشکل ترین مرحلہ ہے، اس کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی ہو جو اسی کام پر مامور ہو کہ کب کہاں کیا تبدیلی کرنا ہے، کیونکہ طلبہ پر کتاب اور مصنف دونوں کے اثرات پڑتے ہیں، مضمون کا اثر تو پڑتا ہی ہے میں کہتا ہوں کہ نیتوں کا اثر بھی پڑتا ہے، ایک اہم بات یہ کہ اگر کتاب کی زبان مشکل ہو تو اس کی تسہیل کی جائے کیونکہ زبان ہر سو سال بعد تبدیل ہوجاتی ہے، تو اس کا بھی خیال رکھا جائے۔

استاد

تعلیم میں دوسری اہم چیز استاد ہے، استاد کو اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کا ہونا چاہیے، علمی طور پر بھی وہ مکمل ہو اخلاقی طور پر بھی مکمل ہو، بلکہ بلند ترین

اخلاق کا حامل ہوتا کہ اپنے علم سے وہ طلبہ کی علمی تشنگی دور کرے اور اپنے عمل اور اخلاق سے ان کی اصلاح اور تربیت کا کام بھی انجام دے، یہ اس لیے کہ طلبہ استاد سے سیکھتے ہیں اور استاد کے بڑے معتقد ہوتے ہیں، اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں، استاد کی زندگی کو دیکھ کر اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں، عام طور سے شعوری غیر شعوری طور پر طلبہ ایسا کرتے ہیں، لہٰذا استاد کا معیار ہر اعتبار سے بلند ہو، اگر استاد میں کوئی کمی یا خامی ہو تو وہ اس کمی کو طلبہ کے سامنے ظاہر نہ کرے اور کوشش کرے کہ کمی دور ہوجائے، تاکہ طلبہ پر منفی اثرات نہ پڑیں، استاد کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم کے مزاج کو سمجھے، اس کی سطح معلوم کرے، اس کا علمی معیار جانچے، پھر طالب علم کی سطح اور اس کے معیار کے مطابق تدریس کے فرائض انجام دے اور درجہ میں ہر طالب علم کی جانب متوجہ ہو اور کمزور طالب علم کا زیادہ خیال رکھے۔

طالب علم

تعلیم میں تیسرا اہم کردار طالب علم کا ہے، طالب علم نہ ہو تو نصاب اور استاذ کا کوئی مطلب نہیں، طالب علم کو ان دونوں سے واسطہ پڑتا ہے اس کو کتاب بھی پڑھنا ہے اور کسی استاذ کے سامنے پڑھنا ہے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر استاذ کے علم حاصل کیا جاسکتا ہے تو یہ ان کی خام خیالی ہے، بغیر استاذ کے صرف کتاب سے جو لوگ علم حاصل کرتے ہیں ان کے علم میں نقص رہ جاتا ہے اور بہت سی چیزیں وہ صحیح طور پر نہیں سمجھ پاتے ہیں، یہ لوگ جو پڑھتے یا سیکھتے ہیں اسی کو صحیح سمجھتے ہیں، جب ان کا کوئی استاذ نہیں تو ان کی اصلاح بھی نہیں ہوتی، ہمارے یہاں نظام تعلیم میں استاذ بھی ضروری ہے، کتاب اور نصاب تعلیم بھی ضروری ہے، تب ہی طالب علم صحیح معنی میں طالب علم کہلائے گا، تب ہی وہ اپنے علم سے لوگوں کو صحیح فائدہ پہنچائے گا۔

طالب علم کے لیے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ یکسو ہوجائے، پڑھنے اور مطالعہ کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی کام نہ ہو، اس کا ذہن کہیں دوسرے کام میں مشغول نہ ہو، طالب علم وہی ہے جو اپنے آپ کو علم کے لیے وقف کردے اور ہر چیز سے لاتعلق ہوجائے، دوسری چیز یہ کہ اپنے استاذ سے ربط وتعلق رکھے، ایسی کوئی شکل اختیار کرے کہ اساتذہ سے استفادہ کرنا آسان ہو، علمی کوئی بات یا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو معلوم کرنے میں جھجک محسوس نہ کرے، استاذ اور کتاب کا ادب واحترام لازم سمجھے اور جو بھی علم کے وسائل ہیں ان کا ادب کرے، ہمارے یہاں طلبہ میں یہ خصوصیت اب بھی باقی ہے کہ وہ استاذ اور کتاب کا ادب کرتے ہیں اور استاذ اور شاگرد میں آپس میں ربط وتعلق رہتا ہے، ورنہ عصری تعلیم میں طلبہ اور استاذ کے درمیان ایک خلیج ہوتی ہے، بسا اوقات استاذ کی تحقیر اور مار پیٹ تک بات پہنچ جاتی ہے، ہر لمحہ علم سے اشتغال ہو اسی میں منہمک ہو، جو وقت کھیل اور تفریح کا ہو بس اتنی دیر اس میں شرکت کرے، دوستی بالکل نہ کرے کیونکہ یہ اس راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اگر علمی تعاون کے لیے تعلق اور دوستی ہے تو بہتر ہے، ورنہ قطعاً دوستی نہ کرے، اس سے وقت بہت ضائع ہوتا ہے، سبق کا ناغہ ہرگز نہ کرے، نہ کوئی چھٹی لے، اس سے بے برکتی ہوتی ہے، پھر اس کے اثرات تعلیم پر پڑتے ہیں، ہمارے مدارس میں ایسے ہی چھٹیاں بہت ہوتی ہیں، پہلے ایسا نہیں تھا، یہ چھٹیوں کا نظام یورپ سے آیا ہے، وہاں کے نظام تعلیم میں چھٹی ہوتی ہے، ہمارے یہاں کا نظام تو یہ تھا کہ طالب علم سالہا سال ایک فن کی تحصیل میں ایک استاذ کے پاس یکسو ہوکر رہتا تھا، جب تک فن میں ماہر نہ ہوجاتا اس سے الگ نہ ہوتا۔

☆☆☆☆☆

علم میں نور اور برکت

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

علم دین ایک نور ہے، اور جب علم نور بن جائے تو وہ علم بابرکت ہوتا ہے اور جب تک علم سطروں میں رہے، کاپیوں میں رہے، کتابوں میں رہے، تو سمجھئے کہ ابھی کچھ نہیں، یہ صرف علم ہے، ابھی نور نہیں آیا جب نور آئے گا تو وہ چیز برکت والی ہوتی چلی جائے گی، اس سے لوگ ہدایت پائیں گے اور اس سے لوگوں کے دل کھلیں گے اور سینوں میں شرح صدر ہوگا، اس کے ذریعہ سے راستے طے کریں گے، منزل مقصود تک پہنچیں گے اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس وقت کمی ہے اور کمی بہت زیادہ ہے، سب کچھ ہو رہا ہے؛ لیکن لوگ اس سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں، اسی وجہ سے مسائل حل نہیں ہو رہے ہیں اور پریشانیاں دور نہیں ہو رہی ہیں اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں اور ہوتے جائیں گے جب تک اس راستہ پر ہم نہیں آئیں گے، جو ہمارے علماء ربانی اور مشائخ حقانی کا راستہ ہے اور سلف کا راستہ ہے اور سلف ہمیشہ اسی پر کاربند رہے ہیں اور انہیں سے ہم کو یہ دین ملا ہے، اگر اس کو ہم سمجھ لیں، تو ہمارا مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور ہم صحیح راستہ طے کرسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راستہ عطا فرمائے اور شرح صدر کی دولت نوازے اور اپنے نور سے منور فرمائے، آمین۔ ☆☆☆

تذکیر وارشاد

مقصد کا تعین، اجتماعیت اور کامیابی کا تصور

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ساتھ رہنے میں فائدہ اور الگ الگ رہنے میں نقصان ہے، پرانے زمانے میں ابتدائی درجات میں بچوں کو ایک کہانی سنائی جاتی تھی، جس میں ایک کسان کے سات بیٹے تھے، کسان نے ایک دن انھیں بلایا اور کچھ نصیحتیں کیں، اس کے بعد کسان نے لکڑیوں کا ایک گٹھر دیا جس میں سات لکڑیاں تھیں اور کسان نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ وہ لکڑیوں کے اس گٹھر کو توڑ دے، مگر کوئی بیٹا نہ توڑ سکا، اس کے بعد کسان نے ایک ایک لکڑی سب کو دی اور توڑنے کو کہا، سب نے اپنی اپنی لکڑی توڑ دی، اس کے بعد کسان نے کہا بیٹو اگر تم سب مل جل کر رہو گے تو کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا لیکن اگر الگ الگ رہے تو ان لکڑیوں کی طرح ہر کوئی تمہیں توڑ ڈالے گا، یہ واقعہ اجتماعیت کی اہمیت کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

قرآن وحدیث میں اجتماعیت کا تصور جتنا ابھرا ہوا ہے اور جتنی تاکید سے مسلمانوں کے ایک ایک فرد کو اجتماعیت سے جڑے رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، کسی کتاب میں نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کے اندر اس پہلو سے بہت غفلت ہے، قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر کہا گیا ہے کہ مسلمان اللہ کی رسی کو مل جل کر پکڑے رہیں اور آپس میں تفرقہ بازی اور گروہ سازی نہ کریں۔

”وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا“[آل عمران:۱۰۳](تم سب اللہ کی رسّی کو مل جل کر پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رسّی سے مراد جماعت اور اجتماعیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ارشادات میں جماعت واجتماعیت کو لازم پکڑنے کی بات کہی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”تمہارے اوپر واجب ہے کہ تم جماعت کو لازم پکڑے رہو اور تفرقہ بازی سے بچو کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو لوگوں سے دور رہتا ہے“۔[جامع ترمذی]

جماعت کی اہمیت کے پیش نظر سفر کی حالت میں بھی اس کو لازم پکڑنے کی بات کہی گئی ہے، جماعت اگر قائم ہو تو اس سے الگ ہونے کی سخت مذمت کی گئی ہے بلکہ ایسے شخص کو جس کی گردن پر کسی امام یا امیر سے بیعت کا قلادہ نہ ہو اور اسی حالت میں اس کی موت ہو جائے تو اسے جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس شخص نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو قیامت کے دن وہ اللہ سے ایسے ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور وہ شخص جس کی گردن میں کسی امیر کی بیعت کا قلادہ نہیں اور اسی حالت میں اس کی موت ہو جائے تو گویا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی“۔[صحیح مسلم]

ایک دوسری حدیث میں وضاحت کی گئی ہے کہ اگر امیر غلام حبشی اور ناک اور کان کٹا ہو تب بھی اس کی سمع وطاعت کی جائے، حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ”میرے خلیلؐ نے مجھے وصیت کی کہ میں سمع وطاعت بجالاؤں چاہے امیر غلام حبشی اور ناک کان کٹا ہی کیوں نہ ہو“۔[صحیح مسلم]

بعض احادیث میں اطاعت امیر کو اطاعت رسول قرار دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے اجتماعیت قائم رہتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

”جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی“۔[صحیح مسلم]

جہاں عام لوگوں کو امیر کی اطاعت کا حکم ہے، وہیں پر امیر کو اپنی رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرنے اور ان کو ظلم وزیادتی سے بچانے کی تاکید کی گئی ہے، دوسری صورت میں اس کے خلاف سخت وعید آئی ہے، ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

”اے اللہ! میری امت میں جو شخص امیر یا ذمہ دار بنایا گیا اور اس نے لوگوں کو مشقت میں مبتلا کیا تو بھی اس پر مشقت ڈال دے اور جس نے نرمی برتی تو بھی اس سے نرمی برت“۔[صحیح مسلم]

ایک دوسری روایت میں ہے: ”اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو امیر بنایا اور اس نے اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ کیا تو اس پر جنت حرام

ہوگی‘‘۔[صحیح مسلم]

کوئی بھی صاحب عقل اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ انسان ایک سماجی مخلوق ہے اور اس کی ضروریات دوسروں سے اس قدر مربوط ہیں کہ وہ تنہا زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، لہٰذا اجتماعیت اس کی ایک فطری ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ اس کے چلانے کے لیے لازماً ایک نظام ہونا چاہیے، اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں اجتماعیت کے تعلق سے واضح احکام اور تعلیمات دی گئی ہیں اور اس کو واجبات دین میں شمار کیا گیا ہے، اسلامی اجتماعیت کے درج ذیل مقاصد ہیں:

☆ عام دین و دنیاوی مصالح کا حصول اسلامی اجتماعیت کا اولین مقصد ہے، اس لیے امام پر لازم ہوگا کہ وہ عیدین اور جمعہ کی نمازیں قائم کرے، لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرے، عدالتیں قائم کرے، مظلوم کی فریادرسی کرے اور اگر کوئی لاوارث ہے تو اس کی سرپرستی کرے، اس طرح دین کے اکثر احکام تقاضا کرتے ہیں کہ اجتماعیت قائم ہو، اس کے بغیر آدھی شریعت متروک ہوجاتی ہے اور صرف آدھی شریعت پر عمل ممکن رہ جاتا ہے۔

☆ اس دنیا میں صرف اچھائیاں نہیں بلکہ یہاں مفاسد بھی ہیں جن کا ازالہ اور دفعیہ انفرادی ضرورت کے ساتھ اجتماعی ضرورت بھی ہے، فتنہ و فساد کا انسداد، اللہ کے دین کی حفاظت اور دشمنوں کا مقابلہ اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے مختلف احکام نازل کیے ہیں، ان کا تعلق فرد سے بھی ہے اور معاشرہ سے بھی، اجتماعی احکام کا نفاذ ایک نظم کے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا اسلامی اجتماعیت کا ایک مقصد یہ قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جائے، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ نافذ ہوں۔

☆ اسلام ساری انسانیت کا دین ہے، اس کا مقصد ساری انسانیت کی شیرازہ بندی بھی ہے چنانچہ اسلامی اجتماعیت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ الگ الگ گروہوں کی شکل میں زندگی گزارنے کے بجائے ایک وحدت بن کر زندگی گزاریں، یہی وجہ ہے کہ دین میں اختلاف و نزاع کو ناپسند کیا گیا ہے اور اتحاد واتفاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اجتماعیت کی چند بنیادیں ہیں جب تک وہ بنیادیں قائم ہیں، اجتماعیت قائم رہ سکتی ہے ورنہ نہیں سب سے پہلی بنیاد مقصد کا تعین ہے، کوئی بھی اجتماعیت بغیر واضح نصب العین اور واضح مقصد کے تعین کے قائم نہیں رہ سکتی، اس کے بعد سمع و طاعت کا نظم ہے جو اجتماعیت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اگر امیر کی اطاعت نہ کی جائے، اس کا کہانہ مانا جائے تو کسی بھی اجتماعیت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اسی کے ساتھ اجتماعیت سے جڑے ہر شخص کے اندر خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہیے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جماعت میں عدل کا نظام بہتر ہو، جس اجتماعیت میں امیر اور مامور میں عدل کرنے میں امتیاز برتا جاتا ہے وہ اجتماعیت قائم نہیں رہ سکتی۔

☆☆☆☆☆

اوراقِ زندگی

(جلد اول)

ماضی کے جھروکوں سے کچھ تاریخی وخاندانی جھلکیاں۔ زندگی کے کچھ سبق آموز واقعات۔ مطالعاتی وتدریسی مشاغل، تعلیمی ودعوتی اسفار۔ اہم دینی، علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات سے ملاقاتیں۔ دینی، ملی، تعلیمی اور دعوتی تحریکات سے وابستگی کا حال۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

صفحات: ۵۰۴ --- قیمت: ۴۰۰/روپے

ڈاک مصارف کے ساتھ صرف ۲۵۰/روپئے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

ٹیگور مارگ، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر 0522-2741539 موبائل نمبر: 9889378176

ای میل: info@airp.org.in

تحریکِ ندوہ

ندوۃ العلماء کی ابتدائی درس گاہ ’خاتون منزل‘

چند یادیں، چند باتیں

نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

اسلامیان ہند کی عظیم اصلاحی، دینی اور تعلیمی تحریک، تحریک ندوۃ العلماء کو قائم ہوئے بفضلہ ایک قرن سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، اس طویل مدت میں اس تحریک کے نتیجے میں ظہور پزیر ہونے والے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قابل صد رشک اور ملت اسلامیہ کے لیے مایہ فخر ادارے کے ”دل دردمند“ اور ”فکر ارجمند“ کے حامل فرزندوں نے انسانی زندگی اور حیات ملی کے ہر شعبے میں بارہا اپنی افادیت اور نافعیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

ندوے کی مقبولیت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رقم طراز ہیں:

”ندوہ کی اس مقبولیت کے بہت سے اسباب تھے۔ ایک طرف وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق قوم کو شاہ راہ عمل دکھارہا تھا۔ دوسری طرف اسے دینی و دنیاوی دونوں حلقوں کے سربرآوردہ اصحاب کی تائید وحمایت حاصل تھی۔ اولیں زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی دعائیں، استاد العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور فخر المتاخرین مولانا عبدالحی لکھنوی کے شاگردوں کی تائید، مولانا سید محمد علی مونگیری کی پُراثر روحانی شخصیت اور عملی جدوجہد، شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی مؤثر خطابت، مولانا شبلی کا وسیع مطالعہ اور عالمانہ فکرونظر، مولانا مسیح الزماں خاں (استاد نظام دکن) کی وجاہت وہوش مندی، مولانا سید ظہورالاسلام فتح پوری کی روحانیت، مولانا ابومحمد ابراہیم آروی کی دردمندی، مولانا محمد حسین الہ آبادی اور مولانا عبدالحق حقانی ومولانا ثناء اللہ امرتسری کی علمیت اور وسیع القلبی، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (نواب صدریار جنگ بہادر) کی دل آویز اور باوجاہت شخصیت، منشی اطہر علی رئیس کاکوری (ومشیر قانونی انجمن تعلقداران اودھ) کی پختہ دین داری اور ایثار، منشی احتشام علی کاکوروی، مولانا خلیل الرحمٰن سہارن پوری کی محنت وسرگرمی، مولانا حکیم سید عبدالحی کا استقلال اور جامعیت، حسام الملک صمصام الدولہ نواب سید علی حسن خاں (فرزند والا جاہ امیرالملک نواب سید صدیق حسن خاں) کا اعتدال و دانش مندی، ڈاکٹر حکیم سید عبدالعلی حسنی کا واضح دینی رجحان، قدیم وجدید سے گہری واقفیت اور ان کی دوررس اصلاحات، مولوی سید ظہور احمد ومولوی محمد نسیم کی قانونی واقفیت اور دستوری تجربہ، مولانا غلام محمد شملوی کی کام یاب ومؤثر سفارت وترجمانی۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی ندوہ سے گہری وابستگی، دینی وعلمی رہ نمائی اور باعث عزت انتساب، مولانا مسعود علی ندوی کا عملی تعاون اور تجربہ کچھ اس طرح اس تحریک کے ساتھ تھا کہ اس کا اثر روز بروز بڑھتا جارہا تھا اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ ملت اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ اسی ذریعے سے ہوسکتی ہے“۔ [ملاحظہ ہو دیباچہ تاریخ ندوۃ العلماء: ج۱/ص۱۲و۱۳]

اداروں کی تاریخ ان کے فضلائے کرام کے کارناموں سے بجا طور پر مزین ہوتی ہے، لیکن اس مختصر تحریر کے ذریعے اس تاریخی عمارت کا تعارف پیش خدمت ہے، جس کو لکھنؤ میں دارالعلوم کی ابتدائی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی:

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

تحریک ندوۃ العلماء جیسی ربانی تحریک کے خدارسیدہ قائدین نے آج سے زائد ایک صدی قبل اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے متعدد ملی وقومی تحریکوں کے اہم مرکز، علم نواز اور علماء دوست شہر نگاراں لکھنؤ میں جس عمارت کو پسند کیا، وہ اس وقت راجہ سسینڈی (لکھنؤ کی تحصیل موہن لال گنج میں واقع ایک تعلقہ) کی محل سرا تھی۔

وہ مکان جہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قابل صد افتخار فضلائے کرام کی اولین جماعت تیار ہوئی، اس کو ۲۰/مارچ ۱۹۱۳ء مطابق ۱۳۳۱ھ میں راقم آثم کی پردادی محترمہ وسیم النساء (المعروف بہ جُجن بی بی، وفات ۱۹۳۷ء) نے ۱۶/ہزار روپے میں ندوے سے خریدا، جُجن بی بی اپنی دین داری، غرباء نوازی، اقرباء پروری اور دیگر اعلیٰ اسلامی خصوصیات سے متصف ہونے کے سبب مشہور خاتون تھیں۔ ان کا آبائی تعلق قصبہ بجنور، ضلع لکھنؤ کے معروف خاندان شیخ زادگان سے تھا۔ یہ وہی بزرگ خاندان ہے جس کا سلسلۂ نسب صحابی رسولؐ خلیفۂ اول صدیق امت حضرت ابوبکر صدیقؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک ممتاز فرد شیخ عبدالرحیمؒ تھے جن کو

مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر نے ۱۵۹۰ء میں ریاست اودھ کا امیر مقرر کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ''قدیم لکھنؤ کی آخری بہار'' از مرزا جعفر حسین، ص: ۱۲) شیخ صاحب موصوف کا مزار آج بھی شہر کے قدیم علاقے نادان محل (نزد یحییٰ گنج) میں واقع مسجد کے مغربی جانب موجود ہے۔

محترمہ وسیم النساء لاولد تھیں۔ انہوں نے یہ عظیم الشان حویلی (جس کا کل رقبہ ۴۵ ہزار اسکوائر فٹ سے زائد تھا) اپنے حقیقی بھائی شیخ محمد نعیم الزماںؒ رئیس سندیلہ (متوفی اپریل ۱۹۴۴ء) کو ہبہ کی، جو قصبہ رحیم آباد اور چلاواں ضلع لکھنؤ نیز ضلع باندہ کے کئی گاؤں کے زمین دار تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے شیخ محمد قدیر الزماں (متوفی ۹/جون ۱۹۸۷ء) اس عمارت کے مالک ہوئے۔ شیخ صاحب موصوف اپنی نیک نفسی، دین داری، تقوی، شرافت، اکل حلال، صدق مقال، نماز باجماعت کے غیر معمولی اہتمام، غرباء نوازی، حاجت مندوں کی حاجت روائی اور انسان دوستی کے باعث پورے خاندان میں مثال تھے:

بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی

جگن بی بی کے خرید کردہ مکان کا انتساب ان کی طرف کرتے ہوئے اس کا نام ''خاتون منزل'' رکھا گیا۔ یہ شہر کے قدیم محلے احاطہ فقیر محمد خاں پختہ، حیدر مرزا روڈ، گولہ گنج میں واقع ہے۔ اس کے چوبی جنگی پھاٹک پر جناب کوثر خیر آبادی کا تحریر کردہ یہ قطعہ کندہ تھا:

وسیم النساء صاحب جاہ و حشمت
سخا و عطا میں جو ہیں فرد کامل
خریدا مکاں اور بنائی عمارت
عزیز و اقارب کے رہنے کے قابل
اگر فکر تاریخ کی ہے تو کوثر
لکھو! مایۂ امن خاتون منزل
۱۳۳۱ھ

آخری مصرعے سے مکان کی تاریخ خرید برآمد ہوتی ہے۔

۱۹۸۵ء میں شیخ محمد قدیر الزماںؒ کے صاحب زادگان شیخ محمود الرحمٰن صدیقی (متوفی ۱۱/جنوری ۲۰۱۴ء) اور شیخ محفوظ الرحمٰن صدیقی (متوفی ۸/ نومبر ۱۹۸۵ء) نے اس پھاٹک کی کہنگی اور بوسیدگی کو لوگوں کے لیے خطرے کا باعث سمجھ کر اس کو کھدوا دیا۔ جب ہی سے لکڑی کا وہ بہترین پھاٹک اور اس پر کندہ درج بالا قطعہ ناپید ہوگیا۔

۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۶/ستمبر ۱۸۹۸ء کو مکان مذکور میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے ابتدائی درجات میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ [ملاحظہ ہو: تاریخ ندوۃ العلماء: ج/۱، ص/۲۱۲]

تاریخ کا یہ حسین اتفاق ہے کہ اس تاریخ سے ٹھیک ۱۵۵/ برس قبل یعنی ۱۱۶۱ھ میں ۹/ جمادی الاولی کو خانوادۂ فرنگی محل کے جد استاذ الہند علامہ نظام الدین محمد فرنگی محلی بانی درس نظامی کی وفات ہوئی تھی۔

۱۷/جمادی الثانیہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۴/اکتوبر ۱۸۹۸ء وہ مبارک تاریخ ہے جب مکان مذکور میں ایک عظیم الشان جلسے کی شکل میں دار العلوم ندوۃ العلماء کا شان دار افتتاح ہوا۔

اس تاریخ ساز افتتاحی جلسے میں ممتاز اہل علم، دینی شخصیات اور سربرآوردہ حضرات بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ ان میں درج ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

مولانا سید عین القضاۃ شاگرد رشید علامہ محمد عبدالحی فرنگی محلی، مولانا حافظ ابوالغناء عبدالمجید فرنگی محلی، مولانا حافظ ابوالحامد محمد عبدالحمید فرنگی محلی، مولانا حافظ محمد اسلم فرنگی محلی، مولانا محمد یعقوب فرنگی محلی، مولانا قیام الدین محمد عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد یوسف فرنگی محلی، مولانا محمد عبدالرؤف فرنگی محلی، مولانا شاہ سلیمان پھلواروی، مولانا شاہ ابوالخیر غازی پوری، مولانا مسیح الزماں خاں شاہ جہاں پوری، مولانا خلیل الرحمٰن سہارن پوری، مولانا ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مہتمم دار العلوم، مولانا فتح محمد تائب لکھنوی، مولانا عبدالعلی آسی مدراسی، مولانا محمد ادریس نگرامی، مولانا شاہ منور علی بانی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، مولانا محمد ایوب پھلواروی، مولانا مفتی عبداللطیف، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی مددگار ناظم ندوۃ العلماء، مولانا عبدالشکور کاکوروی، منشی اطہر علی کاکوروی، منشی احتشام علی، مولوی حکیم عبدالعزیز لکھنوی، محمد نسیم ایڈوکیٹ، شیخ مشیر حسین قدوائی بیرسٹر تعلقہ دار گدیہ، شیخ قادر بخش آنریری مجسٹریٹ، شیخ اصغر علی تاجر عطر لکھنؤ اور شیخ شوکت علی۔ [ملاحظہ ہو کارروائی افتتاح جلسہ دار العلوم، ص: ۴، ۵]

خدائے رحمٰن و رحیم ان سب حضرات پر اپنی لازوال رحمتوں کی خوب بارش کرے۔

اس دور میں دار العلوم کے مایۂ فخر و نازش اور ممتاز ترین طلبہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالباری ندویؒ، مولانا عبدالسلام ندویؒ، مولانا مسعود علی ندویؒ، مولانا ضیاء الحسن کاکوروی ندویؒ اور مولانا اکرام اللہ خاں ندویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ جب علامہ شبلی نعمانیؒ سے ملاقات کے لیے لکھنؤ تشریف لاتے تو وہ اس عمارت کے باہری حصے میں قیام فرماتے جو بعد میں

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اوران کے اہل خاندان کا مسکن بنا۔اسی حصے میں مشہور بزرگ اور ولی کامل حاجی محمد شفیع بجنوریؒ بھی قیام فرماتے۔

۲۸رنومبر ۱۹۰۸ء کو دریائے گومتی کے کنارے بادشاہ باغ میں دارالعلوم کی موجودہ پُرشکوہ عمارت کی تعمیر شروع ہوئی اوراس کی تکمیل کے بعداس کا شاندار افتتاحی اجلاس ۳رفروری ۱۹۱۰ء کومنعقد ہوا۔اس کے بعددارالعلوم کے درجات اس نوتعمیر عمارت میں منتقل ہوگئے۔

محترمہ وسیم النساءؒ نے اس مکان میں اپنے حقیقی خالہ زاد بھائی مفسرقرآن اور مشہورادیب و صحافی مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اوراپنے دیگر اعزہ واقرباء کوبلاکررکھا۔مولانا کے قیام فرمانے سے یہ عمارت بہت مشہور ہوئی۔ان سے ملنے کے لیے جن علمائے کرام، ملی وقومی قائدین اورشعراء وادباء نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس تاریخی عمارت کو رونق بخشی ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

شیخ الاسلام مولانا حسین احمدمدنی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ سیدسلیمان ندوی، مولانا حمیدالدین فراہی، مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا قاری محمدطیب، مولانا سعیداحمداکبرآبادی، مولانا عبدالماجدبدایونی، مولانا محمداویس نگرامی ندوی، مولاناسیدابوالحسن علی حسنی ندوی، مولانا محمدعلی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹرسیدمحمود، چودھری خلیق الزماں، مولانا عبدالحلیم شرر، عزیزلکھنوی، ثاقب اکبرآبادی، مرزامحمدعسکری، ڈاکٹرعبدالستارصدیقی، پروفیسر مسعودحسن رضوی، پروفیسراحتشام حسین، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، سید جالب دہلوی، حکیم برہم گورکھپوری، حیات اللہ انصاری، ڈاکٹرسیدعبدالعلی حسنی، حکیم عبدالحمید دہلوی،شفاء الملک حکیم عبدالحیب دریابادی، شفاء الملک حکیم عبدالحمید اورشفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین۔(رب کریم ان سب کی قبروں کونور سے بھردے)۔

یہ عمارت تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔کم عمارتیں ایسی ہوں گی جہاں اتنی بڑی تعداد میں یگانہ روزگار شخصیتیں آئی ہوں۔

اس عمارت کی ایک خصوصیت تاریخی اعتبار سے یہ ہے کہ اکتوبر-نومبر۱۹۷۵ء میں جب مادرعلمی کے ۸۵رسالہ جشن تعلیمی کا انعقاد ہوا تو ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کی خصوصی نشست مولانا عبدالماجددریابادیؒ کی صدارت میں اسی عمارت میں ہوئی۔سابق ناظم ندوۃ العلماء مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ کےالفاظ میں:

’’اصلاً اس کا فیصلہ ندوۃ العلماء کے جلسۂ انتظامی منعقدہ ۲۳رمارچ ۱۹۷۴ء میں ہوا جومولانا عبدالماجد دریابادی کی صدارت میں خاتون منزل واقع گولہ گنج لکھنؤ کی اسی عمارت میں ہوا جس میں دارالعلوم کا ابتدائی وجودعمل میں آیاتھا اورجس میں اس کے نامورترین فضلاء (مولاناسیدسلیمان ندویؒ وغیرہ) نے تعلیم حاصل کی تھی۔[ملاحظہ ہو کاروان زندگی: ج۲/ص۱۷۴،۱۷۵]

خاتون منزل نامی اس تاریخی عمارت نے ایک صدی کی مدت میں بڑے بڑے انقلاب دیکھے۔ مرورایام اورخصوصاً خاتمہ زمین داری (۱۹۵۲ء) کے بعد علمائے کرام خصوصاً مفکر اسلام حضرت مولاناسیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے اہل خاندان خصوصاً حضرت مولاناسیدمحمدرابع حسنی ندوی مدظلہ صدرآل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگرحضرات نے اس عمارت کے مختلف حصے خریدکراپنے اپنے مکان بنوالیے ہیں۔اس طرح یہ عظیم حویلی جوکبھی ایک خاندان کی فرودگاہ تھی، اب اس کے احاطے میں کئی درجن خاندان آباد ہیں۔رہے نام اللہ کا۔

☆☆☆☆☆

مجلس صحافت ونشریات کی جدیدودیدہ زیب طباعت

فتاویٰ ندوۃ العلماء (جلد چہارم)

مکمل صفحات: ۴۱۶
قیمت: ۴۰۰ر روپے

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

موبائل نمبر: 9415515578, 9889664104
ای میل: ahmadniyaz7893@gmail.com

رسید کتب

تعارف وتبصرہ

محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی

نام کتاب: **سفر انگلینڈ و امریکہ**
تالیف: مولانا عبدالقادر ندوی مظاہری

سفرنامے دلچسپ ہوا کرتے ہیں؛ کیونکہ ان میں ہماری اسی دنیا کے دیگر علاقوں کے حالات اور انسانی برادری کے دیگر افراد کی طرزِ حیات سے متعلق معلومات ہوا کرتی ہیں، ان معلومات کی نوعیت سفر کی نوعیت اور مسافر کی نیت پر انحصار کرتی ہے۔ ’’سفرِ انگلینڈ وامریکہ‘‘ ہمارے استاذِ محترم مولانا عبدالقادر ندوی مظاہری پٹنی مدظلہ شریکِ نیابت اہتمام دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اک تبلیغی دورہ کی روداد ہے، جو ۱۹۷۹ء میں ماہِ اپریل سے آغاز پاکر ماہِ اگست کے اوائل میں اختتام پذیر ہوا، یہ لندن وامریکہ کا اک دعوتی و تبلیغی سفر تھا، اور مولانا مدظلہ اپنی جماعت کے ہمراہ تھے، اہلِ تبلیغ کے معمول کے خلاف مولانا مدظلہ نے اس دورہ کی یادداشت دورانِ سفر ہی تیار کی، اور اب عرصہ گذرنے کے بعد یہ باقاعدہ سفرنامے کی شکل میں منظرِ عام پر آئی، اور بغرضِ استفادہ ہر ایک کے لیے دستیاب ہے۔

یہ سفرنامہ اپنے مشمولات میں بھی اور اسلوبِ بیان میں بھی عام سفرناموں سے الگ نوعیت کا ہے؛ جہاں تک مشمولات کا ذکر ہے تو اس میں قاری کو ایک تبلیغی جماعت کے احوال و اعمال، افکار وخیالات، اصول ومبادی اور اغراض ومقاصد کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے، رہی بات اسلوبِ بیان کی تو خاص تبلیغی اصلاحی اسلوبِ زبان اس تحریر میں استعمال کیا گیا ہے۔

الغرض یہ سفرنامہ اک ایسے ایمانی وروحانی سفر کی داستان پیش کرتا ہے جس میں جغرافیائی، سماجی، سیاسی، تہذیبی وتمدنی اور مادی ترقی کے ہلکے پھلکے ذکر کے ساتھ انگلینڈ وامریکہ میں تبلیغی کوائف، امت کی اصلاح کی فکر اور اس کا جذبہ، تعلق مع اللہ و اتباعِ سنت کا ذوق وچاشنی بہت نمایاں ہے۔

اہلِ ذوق کتاب کے حصول کے لیے اس نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں: ۹۷۲۴۳۹۱۷۲۳

نام کتاب: **شاید کہ اتر جائے ترے دل میں......**
تالیف: اقبال حیدر ندوی

خوبصورت ٹائٹل، سلیس زبان اور دلچسپ مضامین کی حامل یہ کتاب اقبال حیدر ندوی کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو رواں صدی کے پہلے اور دوسرے دہے میں سات سال کے عرصہ میں تحریر کیے گئے تھے، موصوف محترم مدرسہ محمدیہ استھانواں ضلع نالندہ، بہار میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، اور ساتھ میں تحریر وخطابت کا بھی اچھا ذوق رکھتے ہیں، یہ مضامین ملک کے مؤقر اخبار و رسائل میں اس وقت شائع ہوئے تھے، جن کو اب افادیت کے پیشِ نظر کتابی شکل میں یکجا کر کے پیش کیا گیا ہے۔

کتاب پر اک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس کے مشمولات وموضوعات میں بڑا تنوع ہے؛ قرآنیات، سیرت، اسلامیات، خواتین وشخصیات، تعلیم وتربیت، سائنس اور صحت وتندرستی جیسے موضوعات پر موصوف محترم کے قلم سے جو مضامین نکلے ہیں؛ ان میں اختصار بھی ہے، جامعیت بھی ہے اور معنویت بھی۔

اردو داں طبقہ کے لیے یہ اک مفید کتاب ہے، خاص طور پر طلبۂ مدارس و نوجوانانِ امت اپنی علمی وفکری شخصیت کی ساخت وپرداخت میں اس سے مدد لے سکتے ہیں۔

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی سے شائع ہوکر لکھنؤ، پٹنہ اور بہار شریف کے کتب خانوں پر دستیاب ہے۔ خواہشمند حضرات اس نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں: ۸۶۵۱۱۵۵۵۰۳

نام کتاب: **پروازِ تخیل**
تالیف: حافظ زبیر احمد ندیمی ملی

نوخیز اور ابھرتے ہوئے طلبہ کے تخیل کو پرواز دینے کے لیے عام فہم لیکن خوش عیار اشعار کا ایک مجموعہ زبیر احمد ندیمی ملی صاحب نے اپنی یادداشت سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے، جو معہد ملت، مالیگاؤں کے استاد ہیں، اور شعروسخن کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔

اس مجموعہ اشعار میں ۵۰۰/ اشعار ہیں، جو تقریباً جملہ معروف اصنافِ سخن سے تعلق رکھتے ہیں؛ حمد ہو، نعت ہو، اخلاق ہو، تجربہ وحکمت ہو، پند ونصیحت ہو، طنز ومزاح ہو، سلوک وطریقت ہو، ایمانیات ہو، فرحت وسرور کے حالات ہوں، یا رنج وغم کے، غرض سنجیدہ وپُرشوخ ہر دو مواقع کے لیے اس میں اشعار کا ذخیرہ ہے۔

یہ طلبۂ اردو کے لیے اک نفیس تحفہ ہے، جو مکتبہ عامرہ، مالیگاؤں سے شائع ہوکر مالیگاؤں کے کتب خانوں میں دستیاب ہے، اور اس نمبر پر رابطہ کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے: ۹۹۲۲۸۵۹۳۲۳

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: کتا پالنا کیسا ہے، جہاں کتا ہوتا ہے وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے ہیں، کیا ضرورت کے پیش نظر کتا پالنے کی اجازت ہے؟

جواب: بلاضرورت شوقیہ کتا نہیں پالنا چاہیے، حدیث میں آتا ہے کہ جہاں کتا ہوتا ہے وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے ہیں، البتہ اگر مکان، کھیتی یا جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیے ضرورت ہو تو کتا پالنے میں کوحرج نہیں ہے۔

[فتاویٰ ہندیہ: ج۴/ص۲۴۲]

سوال: کیا کسی مسلمان کے لیے بغرض تجارت خنزیر پالنا جائز ہے؟ بعض مسلمانوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ خنزیر کے گوشت کی خرید و فروخت کرتے ہیں، شرع میں کیا حکم ہے، واضح طور پر بتائیں؟

جواب: کسی مسلمان کے لیے تجارت کی غرض سے خنزیر پالنا یا اس کے گوشت کی تجارت کرنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

[سورہ انعام: ۱۴۵]

سوال: ایک مسلمان کیمیا بنانا چاہتا ہے جس میں خنزیر کا دودھ استعمال ہوتا ہے، کیا ماہیت تبدیل کرنے کے لیے خنزیر کا دودھ استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہے؟

جواب: خنزیر نجس العین ہے، اس کے دودھ سے کیمیا بنانا جائز نہیں ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ خنزیر کے تمام اجزاء نجس ہوا کرتے ہیں لہٰذا دودھ بھی نجس ہے اور اس کا استعمال کسی طرح جائز نہیں ہے۔

[ردالمحتار: ج۶/ص۳۰۸]

سوال: ایک مرہم ایسا ہے جو شیر کی چربی سے تیار ہوتا ہے، کیا اس مرہم کا استعمال جائز ہے، اگر یہ مرہم جسم میں لگا ہوا ہو تو کیا اس حالت میں نماز ادا ہو جائے گی؟

جواب: شیر کی چربی شیر کے مرنے کے بعد حاصل ہو سکے گی، اس لیے مردار جانور کی چربی سے بنا ہوا مرہم نجس ہے، جس کا استعمال عام حالات میں درست نہیں، البتہ اگر کوئی ماہر مسلمان دیندار ڈاکٹر بیماری سے شفاء کے لیے یہی دوا تجویز کرے اور کوئی دوا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا استعمال مجبوراً درست ہوگا اور اس حالت میں جسم میں لگے مرہم سے بربنائے ضرورت نماز ادا ہو جائے گی۔

[الدرالمختار علی ردالمحتار: ج۱/ص۳۳۰،۲۱۰]

سوال: بعض ملکوں میں دکانوں میں لال شربت ملتا ہے، اس کے اندر جو سرخی اور لالی ہوتی ہے وہ ایک قسم کی مکھی سے کشید کی جاتی ہے، اس مکھی کو پیس کر یا کسی اور طریقہ سے سرخی کشید کی جاتی ہے اور شربت میں ملائی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس شربت کا پینا کیسا ہے؟

جواب: مکھی میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ہے اس لیے مکھی پاک ہے؛ لیکن اس کا کھانا حلال نہیں، اس کا خارجی استعمال درست ہے؛ لیکن داخلی استعمال درست نہیں، لہٰذا اس کا کوئی جزء شربت میں پڑتا ہو تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

[الدرالمختار علی ردالمحتار: ج۵/ص۲۶۵]

سوال: آج کل یہ مشہور ہے کہ عام طور پر بسکٹوں اور ڈالڈا گھی میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟

جواب: اگر کسی کو شرعی ثبوت کے ساتھ معلوم ہو کہ فلاں چیز میں سور کی چربی ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا؛ لیکن چونکہ ان چیزوں کا استعمال عمومی طور پر بلا تامل ہوتا ہے، اس لیے جب تک سور کی چربی ملائے جانے کا علم نہ ہو ان چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا جا سکتا اور ان کے استعمال سے روکا نہیں جا سکتا ہے۔

سوال: آج کل لوگوں کے چرچے میں یہ بات آئی ہے کہ ہلدیوں میں رنگ پیدا کرنے کے لیے اس کو گوبر میں ابالا جاتا ہے، کیا ایسی ہلدیوں کا استعمال درست ہے؟

جواب: جس ہلدی کے بارے میں یقین سے معلوم ہو کہ اسے گوبر میں ابالا گیا ہے تو اس کا کھانا درست نہیں ہے، کیونکہ ابالنے کی وجہ سے گوبر کی نجاست ہلدی میں پیوست ہو جاتی ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ نجس چیزوں میں جو چیز پکائی جائے گی، اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

[بدائع الصنائع: ج۵/ص۶۹]

☆☆☆☆☆

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

باسمہ تعالیٰ

تاریخ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۲ء

Date 10th October 2022

اپیل برائے تعمیر اسٹاف کوارٹرس

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی ودینی خدمت میں مصروف ہے، دارالعلوم اوراس کی شاخوں میں علمی وتعلیمی امور حسب معمول جاری ہیں، اساتذہ وکارکنان ندوۃ العلماء اپنی ذمہ داریوں کوانجام دے رہے ہیں۔ اساتذہ واسٹاف کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں ان کی رہائش کی مزید گنجائش نہیں رہی تو احاطۂ دارالعلوم کے علاوہ معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء (سکروری) میں اسٹاف کوارٹرس اور معہد سے قریب مستقل طور پر ندوہ کالونی کی سہ منزلہ عمارت تعمیر ہوئی، مگراب بھی اسٹاف کے لیے کوارٹرس کی کمی شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ندوہ کیمپس سے متصل محلّہ مکارم نگر میں مزید اسٹاف کوارٹرس تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

جدید اسٹاف کوارٹرس کی زیر تعمیر یہ عمارت تین منزلہ ہوگی، جس میں ۹ رفیملی کوارٹرس ہوں گے، اس کی تعمیر پر مبلغ 1,15,00,000/- (ایک کروڑ، پندرہ لاکھ روپئے) کے خرچ کا تخمینہ ہے جو ان شاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا، وما ذلك على الله بعزيز.

(مولانا ڈاکٹر) تقی الدین ندوی	(ڈاکٹر) محمد اسلم صدیقی	(مولانا ڈاکٹر) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) سید بلال عبدالحی حسنی ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

NADWATUL ULAMA
STATE BANK OF INDIA MAIN BRANCH, LUCKNOW
(IFSC CODE : SBIN0000125)
تعمیرات
A/c. No. 1086 3759 733
ONLINE DONATION LINK
https://www.nadwa.in/donation/

نوٹ: چیک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
NADWATUL ULAMA
اوراس پتہ پرارسال کریں
NIZAMAT NADWATUL ULAMA
Nizamat Office, Nadwatul Ulama,
Tagore Marg, Lukcnow - 226007 (U.P.)
معطیان کرام! براہ کرم اپنے عطیات ارسال کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نمبر
+91 - 8736833376
پر مطلع فرمانے زحمت کریں، اس سے دفتری کاروائی میں سہولت ہوگی۔
فجزاكم الله خير الجزاء

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا

website : www.nadwa.in
Email : nizamat@nadwa.in